ازدواجی زندگی خوشگوار بنانے کے لئے منفرد کتاب

تحفۂ زوجین

ازدواجی زندگی خوشگوار بنانے کے لیے منفرد کتاب

تحفۂ زوجین

از افادات

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ

ترتیب

حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب

ناشر

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ، شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی

نام کتاب .... تحفۂ زوجین
افادات .... حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
ترتیب .... حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب
اشاعت جدید ....
صفحات ۱۴۴
قیمت ....
ناشر .... فیاض احمد 021-4594144-8352169
موبائل: 0334-3432345
مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی نمبر ۲۵

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح و کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جا سکے۔

جزاکم اللہ تعالیٰ جزاءً جمیلاً جزیلاً

فہرست مضامین

باب : ۴

باب: ۵

باب : ۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب:۱

میاں بیوی کے حقوق سے متعلق چند احادیث

☆...... حکیم بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری بیوی کا ہم پر کیا حق ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا حق یہ ہے کہ (۱) جب تم کھانا کھاؤ اس کو بھی کھلاؤ۔ (۲) اور جب کپڑا پہنو اس کو بھی پہناؤ۔ (۳) اور اس کو منہ پر مارو مت (یعنی قصور ہونے پر بھی مت مارو اور بے قصور کو مارنا سب جگہ برا ہے)۔ (۴) اور نہ اس کو کوسو (۵) اور نہ اس سے ملنا جلنا چھوڑو مگر گھر کے اندر۔ (یعنی روٹھ کر گھر سے باہر مت جاؤ۔
(ابوداؤد)

☆...... عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام کی سی مار نہ دے پھر شاید دن کے ختم ہونے پر اس سے ہمبستری کرنے لگے۔'' (بخاری، مسلم، ترمذی)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم کو عورتوں کے حق میں اچھے برتاؤ کی نصیحت کرتا ہوں تم اس کو قبول کرو، کیونکہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے سو اگر تم اس کو (بالکل) سیدھا کرنا چاہو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے اور اگر اس کو اس کے حال پر رہنے دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ اس لیے ان کے حق میں اچھے برتاؤ کی نصیحت قبول کرو۔'' (بخاری، مسلم، ترمذی)

فائدہ: سیدھا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ان سے کوئی بھی بات تمہاری طبیعت کے خلاف نہ ہو اس کوشش میں کامیابی نہ ہوگی۔ (اور اگر زیادہ پیچھے پڑو گے تو) انجام کار طلاق کی نوبت آئے گی۔ اس لیے معمولی باتوں میں درگزر کرنا چاہیے۔ نیز زیادہ سختی کرنے یا بے پروائی کرنے سے بھی عورت کے دل میں شیطان دین کے خلاف باتیں پیدا کر دیتا ہے۔

☆...... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں اتنے میں ابن ام مکتوم (نابینا صحابی آئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: "تم دونوں ان سے پردہ میں ہو جاؤ۔" ہم نے عرض کیا کہ وہ نابینا نہیں ہے؟ نہ ہم کو دیکھتا ہے نہ ہم کو پہچانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم بھی نابینا ہو کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔" (ترمذی، ابوداؤد)

فائدہ: یہ بھی بیوی کا حق ہے کہ اس کو نامحرم سے ایسا گہرا پردہ کرائے کہ نہ یہ اس کو دیکھے نہ وہ اس کو دیکھے۔ اس میں بیوی کے دین کی بھی حفاظت ہے کہ بے پردگی کی خرابیوں سے بچی رہے گی اور اس کی دنیا کی بھی حفاظت ہے اس لیے کہ تجربہ ہے کہ کسی چیز سے جس قدر خصوصیت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر اس سے تعلق زیادہ ہوتا ہے اور پردہ میں یہ خصوصیت ظاہر ہے اس لیے بیوی سے تعلق بھی زیادہ ہوگا اور اتنا ہی اس کا حق زیادہ ادا ہوگا تو پردہ میں بیوی کے دنیا کا نفع بھی زیادہ ہوا۔

☆..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو بیوی کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔" (ترمذی)

اس سے کتنا بڑا حق شوہر کا ثابت ہوتا ہے۔

☆..... ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کرے گی جب تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے گی۔" (ابن ماجہ)

فائدہ: یعنی صرف نماز روزہ کر کے (کوئی عورت) یوں نہ سمجھ بیٹھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر دیا۔ وہ حق پورا ادا نہیں ہوتا۔ (جب تک کہ شوہر کے حقوق بھی ادا نہ کرے۔ کیونکہ شوہر کے حقوق ادا کرنے کا اللہ ہی نے حکم دیا ہے)۔

☆..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کون سی عورت سب سے اچھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو ایسی ہو کہ جب شوہر اس کو دیکھے تو اس کا دل خوش ہو جائے اور جب اس کو کوئی حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور اپنی ذات اور مال کے بارے میں کوئی ناگوار بات کر کے اس کے خلاف نہ کرے۔"

(نسائی)

خوشی اور فرمانبرداری اور موافقت کے کتنے بڑے فائدے ہیں۔

فائدہ: دین و دنیا کے فائدے پورے طور سے اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب میاں بیوی میں محبت ہو اور محبت اس وقت ہوتی ہے جب کہ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہیں۔ پھر ان حقوق کے ادا کرنے کا حکم بھی ہے۔ (ورنہ گناہ ہوگا) (حیات المسلمین و روح: ۱۸۹،۳۰ تا ۱۹۱)

باب:۳

شادی کے بعد علیحدہ مکان میں رہنے کی ضرورت

☆.....فرمایا اگر ممکن ہو تو بیوی کو لے کر والدین کے ساتھ شامل رہنا (یعنی ساتھ میں رہنا) ہرگز مناسب نہیں۔ اس کے مفاسد بہت ہیں۔ آخر میں خبر ہوتی ہے۔
(حسن العزیز: ص ۳۰۷ ج ۳)

☆.....فرمایا خانگی (گھریلو) فسادات سے بچنے کی عمدہ تدبیر یہ ہے کہ ایک گھر میں اکٹھے نہ رہا کریں۔ کیونکہ چند عورتوں کا ایک مکان میں رہنا ہی زیادہ فساد کا سبب ہوتا ہے۔
(ملفوظات اشرفیہ: ص ۳۷)

☆.....فرمایا فلاں دوست کے یہاں سب ایک ہی جگہ رہتے تھے بڑا لڑائی جھگڑا رہتا تھا۔ میں نے مشورہ ان سے کہا تم الگ ہو جاؤ ساتھ رہنے میں جھگڑا ہوتا ہے مگر میرا نام نہ لینا بس انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی۔ گھر میں بڑا شور و غل ہوا مگر ان کی والدہ نے جب سنا کہ ان کی رائے ہے تو چپ ہو گئیں۔ پھر انہوں نے سب کی تنخواہ الگ الگ کر دی اب سب نہایت راحت سے ہیں اور خوش ہیں اور کبھی تکرار اور لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا۔ (ملفوظات: ص ۱۳۱)

مناسب یہی ہے کہ شادی کے بعد بیٹا بہو ساتھ نہ رہیں

اس زمانہ میں مناسب یہی ہے کہ نکاح ہوتے ہی جوان اولاد ماں باپ سے علیحدہ رہیں اسی میں جانبین کو راحت ہوتی ہے۔
میں نے میرٹھ میں ایک گھرانہ کی حالت دیکھی کہ ان میں آپس میں ہمیشہ لڑائی رہتی تھی۔ اس گھر کے ایک مرد کو مجھ سے تعلق تھا۔ ان کا خط میرے پاس آیا جس میں شکایت لکھی تھی کہ گھر میں روزانہ لڑائی ہوتی رہتی ہے۔
میں نے لکھا تم اسی وقت کوئی مکان کرایہ پر لے کر الگ رہنے لگو۔ چنانچہ اس پر انہوں نے عمل کیا اور الگ مکان میں رہنے لگے۔ بس اسی روز سے امن و امان ہو گیا۔
میری رائے یہ ہے کہ نکاح کے بعد اولاد کی اور ماں باپ کی معاشرت الگ الگ ہونی چاہیے مناسب یہی ہے۔ (حقوق البیت: ص ۴۸)

بہو کو مطیع و فرمانبردار کرنے کا تعویذ یہی ہے کہ اس کو الگ کردو

ایک شخص حضرت مولانا سے تعویذ لینے آیا کہ اس کی بہو اس کی اطاعت نہیں کرتی۔ فرمایا اس کا تعویذ یہی ہے کہ اس کو اور اپنے لڑکے کو جدا کردو پھر نہایت درجہ مطیع ہو جائے گی۔

اس زمانہ کی عورتیں آزادی پسند ہیں۔ نکاح کے بعد ہی اس ادھیڑ بن میں رہتی ہیں کہ کسی تدبیر سے ساس سسر سے علیحدہ ہو جائیں۔ ان کو اپنے مرد کے دو چار پیسے خسر کے ہزار بارہ سے زیادہ مرغوب ہوتے ہیں اور اپنے شوہر کے ساتھ رہ کر فاقہ کشی کو خسر کے گھر کی ریاست پر ترجیح دیتی ہیں۔ انہی خیالات کی وجہ سے خانہ جنگیاں (گھریلو لڑائیاں) شروع ہو جاتی ہیں۔

(دعوات عبدیت: ص ۸۲،۱۴)

ایک بدھو نے اپنے بیٹے اور بہو کی شکایت کی وہ بہت تنگ کرتے ہیں، بہو کام کر کے نہیں دیتی بیٹا بھی دق (پریشان) کرتا ہے۔

فرمایا اس کا علاج یہ ہے کہ ان کو الگ کردو۔ وہ الگ رہیں اور تم الگ بس سب ٹھیک ہو جائیں گے۔　　(حسن العزیز: ص ۳۸۹ ج ۳)

بدنامی کے خوف سے علیحدہ نہ رہنا

والدین سے الگ رہ کر ان کی خدمت کرتا رہے

فرمایا بعض لوگ عرفی بدنامی کے خوف سے اپنے والدین سے جدا نہیں ہوتے۔ ان ہی میں شامل رہ کر ہمیشہ تکلیف اٹھاتے ہیں تو راحت اور نیک نامی تو جمع نہیں ہو سکتے۔ مگر راحت نیک نامی سے زیادہ ضروری ہے۔ لہٰذا اس زمانہ میں نکاح کے بعد یہ چاہیے کہ علیحدہ رہے اور جو کچھ بھی ہو سکے اپنی کمائی سے والدین کی جدا خدمت کرتا رہے۔　　(دعوات عبدیت: ص ۱۴)

والدین اگر علیحدہ رہنے سے منع کریں تو ان کی اطاعت واجب نہیں علیحدہ مکان دینا بیوی کا واجبی حق ہے

سوال:۔ ایک روز جناب نے وعظ میں فرمایا تھا کہ بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ اگر وہ خاوند کے والدین سے علیحدہ رہنا چاہے تو اس کا منشاء پورا کردینا واجب ہے، لیکن کلام مجید میں حکم ہے کہ

شرک کے سوا تمام امور میں والدین کی حکم مانو تو یہ (حکم ماننا) فرض ہوا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ والدین کی اگر مرضی نہیں ہے کہ بیوی کو ان سے علیحدہ رکھا جائے اور زوجہ (بیوی) کی یہ مرضی ہے کہ ان سے علیحدہ رہے خواہ ایک ہی مکان میں ہو یا علیحدہ مکان میں تو کس طرح کرنا چاہیے اور اس کی بابت کیا حکم ہے پہلے فرض ادا کیا جائے یا واجب۔ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب:۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والدین کی اطاعت ترک واجب میں نہیں اور عورت کے یہ حقوق واجب ہیں۔ پس اگر والدین ان کے ترک کو کہیں تو ان کی اطاعت نہیں۔

(امداد الفتاویٰ:۲-۵۴۶)

(کیونکہ حدیث میں ہے "لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی اور بیوی کو علیحدہ مکان دینا اس کے مطالبہ کے وقت واجب ہے اور واجب کا ترک کرنا معصیت ہے لہٰذا اگر والدین اس معصیت (ترک واجب) کا حکم دیں تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ (واللہ اعلم از مرتب)

ایک ضروری فتویٰ

بیوی کے مطالبہ کے وقت اس کو ساس سے الگ گھر دینا شوہر کے ذمہ واجب ہے

ایک صاحب نے تحریر فرمایا:

مرشدی ومولائی دامت فیوضہم وبرکاتہم:

بعد سلام مسنون معروض آنکہ۔ دو سال کے عرصے سے اپنی اہلیہ کو خانگی جھگڑوں کے سبب سے ایک علیحدہ مکان میں کر دیا تھا۔ مگر علیحدگی کی وجہ سے اخراجات بڑھ جانے کی وجہ سے والدین کی مالی خدمت زیادہ نہیں کر سکا جو والدین کی رو کشیدگی (دوری اور ناراضگی) کا سبب معلوم ہوتا ہے۔ خرچ کی تنگی کی وجہ سے والدین کی رضا ہمیشہ یہ ہے کہ ہم لوگ ایک ہی گھر میں رہیں۔ امید ہے کہ جواب جلد مرحمت ہو۔

الجواب:۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ چونکہ شرعاً عورت کو حق حاصل ہے کہ شوہر کے ماں باپ سے علیحدہ رہے اور اپنے جائز حق کا مطالبہ کرے گی تو شوہر پر اس کے حق کا ادا کرنا واجب ہوگا اور واجب کا ترک معصیت ہے اور معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں۔ لہٰذا آپ اس انتظام کو نہ بدلیں۔ (امداد الفتاویٰ، ص ۵۲۵)

بیوی کو ساس سسر کے ساتھ رکھنے یا علیحدہ رکھنے کا تفصیلی شرعی حکم

بیوی کا نفقہ واجب ہے

اور نفقہ کا ایک جزء بیوی کو رہنے کے لیے گھر دینا ہے۔ اس کے متعلق ایک عام غلطی میں اکثر لوگ مبتلا ہیں۔ وہ یہ کہ بیوی کو جداگانہ (علیحدہ) گھر دینا اپنے ذمہ واجب نہیں سمجھتے بس اپنے عزیزوں رشتہ داروں، میں عورت کو لا ڈالتے ہیں۔ سو اس میں حکم یہ ہے اگر شامل رہنے پر (یعنی سب کے ساتھ رہنے پر) عورت بخوشی راضی ہو تب تو خیر (ٹھیک ہے) ورنہ اگر وہ سب سے جدا رہنا چاہے تو مرد پر اس کا انتظام کرنا واجب ہے اور یہاں بھی راضی ہونے کے یہی معنی ہیں کہ طیب خاطر (یعنی دل) سے راضی ہو حتیٰ کہ اگر مرد کو چند قرائن سے معلوم ہو جائے کہ وہ علیحدہ رہنا چاہتی ہے مگر زبان سے درخواست نہ کر سکے تب بھی مرد کو شامل رکھنا (یعنی سب کے ساتھ رکھنا) جائز نہیں۔ (اصلاح انقلاب: ص ۲)

بیوی پر ساس کی خدمت کرنا فرض نہیں

بعض آدمی اس کو بڑی سعادت سمجھتے ہیں کہ بیوی کو اپنی ماں کا محکوم و مغلوب بنا کر رکھیں اور اس کی بدولت بیویوں پر بڑے بڑے ظلم ہوتے ہیں۔ سو خوب سمجھ لینا چاہیے بیوی پر فرض نہیں کہ ساس کی خدمت کیا کرے۔ تم سعادت مند ہو تو خدمت کرو خدمت کے لیے نوکر لا دو۔

(اصلاح انقلاب: ص ۱۸۸، ج ۲)

میری رائے تو یہ ہے کہ عورتوں کے ذمہ (قضاءً) کھانا پکانا واجب نہیں میں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا۔ حاصل یہ کہ عورتیں اس واسطے بنائی گئی ہیں کہ ان سے تمہارے قلب کو سکون ہو قرار ہو۔ تو عورتیں جی بہلانے کے واسطے ہیں نہ کہ روٹیاں پکانے کے واسطے۔ (حقوق الزوجین: ص ۱۵۵)

بیوی کو علیحدہ مکان دینے کا مطلب اور اس کی آسان صورت

اتنی گنجائش ہے کہ اگر پورا گھر نہ دے سکے تو بڑے گھر میں سے ایک کوٹھری یا کمرہ ایسا دیدے کہ اس کی ضروریات کو کافی ہو سکے اور وہ اس میں اپنا مال و اسباب (سامان) مقفل کر کے (تالہ وغیرہ لگا کر) رکھ سکے اور آزادی کے ساتھ اپنے میاں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھ اٹھ سکے، بات چیت کر

سکے۔ یہ واجب کے ادا کرنے کے لیے کافی ہوگا۔

چولہا تو ضرور ہی علیحدہ ہونا چاہیے زیادہ تر آگ اسی چولہے ہی سے بھڑکتی ہے۔

(اصلاح انقلاب ص: ۱۸۷تا۱۸۸،ج ۲)

لڑکے اور بیوی کو الگ نہ رہنے دینا ظلم ہے

ایک ظلم بیوی پر اور بھی ہوتا ہے جس میں دینداری کے مدعی (دم بھرنے والے) بکثرت مبتلا ہیں۔ وہ یہ کہ بیوی الگ رہنا چاہے تو الگ نہیں کرتے کہتے ہیں کہ گھر کی ہوا نکل جائے گی۔ پرانی بوڑھیوں کے زیادہ تر ایسے ہی خیالات ہوتے ہیں یاد رکھو حق تعالیٰ کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں۔

اگر بیوی الگ رہنا چاہے تو الگ رہنا اس کا حق ہے اور ضروری ہے بلکہ اس زمانہ میں اسی میں مصلحت ہے کہ الگ رہیں شامل (ساتھ) رہنے میں بہت سے فسادات ہیں۔ یہ بُرانی عورتیں اکثر بہوؤں کو بہت ستاتی ہیں۔

اور عجیب بات ہے اگر بیٹا بیوی کی طرف متوجہ ہوا ہے تو اس سے بھی جلتی ہیں اور اگر متوجہ نہ ہو تو نمک پڑھواتی پھرتی ہیں تعویذ کراتی ہیں، الگ رہنے میں ان سب بکھیڑوں سے نجات ہے۔

اور اگر یہ کہو کہ آج کل بہوویں نالائق ہیں ساسوں سے لڑتی ہیں ان کو دق (اور پریشان) کرتی ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ ان کو الگ کردو۔ غرض علیحدہ رہنے میں طرفین (دونوں کو یعنی ساس بہو) کو راحت ہے۔ (الظلم: ص ۳۲، ارشادات حکیم الامت: ص ۳۰۹)

بعض بہوؤں کی زیادتی

بعض عورتیں یہ کرتی ہیں کہ خاوند کے گھر میں آتے ہی ماں باپ سے ان کو جدا کرنا چاہتی ہیں۔ ہر چند کہ مناسب یہی ہے کہ نکاح ہوتے ہی جوان اولاد ماں باپ سے علیحدہ رہیں مگر جدا ہونے کا بھی تو طریقہ ہے۔ بے طریقہ جدا کرنے کا عورت کو کیا حق ہے۔ (حقوق البیت: ص ۳۸)

مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ بیوی راضی ہو تب بھی اس کو علیحدہ ہی رکھے

آج کل کی طبیعتوں اور واقعات کا مقتضیٰ تو یہ ہے اگر عورت ساتھ میں رہنے پر راضی بھی ہو اور علیحدہ رہنے سے سب اعزہ (رشتہ دار) ناخوش بھی ہوں تب بھی مصلحت یہی ہے کہ جدا ہی رکھے اس میں ہزاروں مفاسد کا انسداد، ہزاروں خرابیوں کی روک تھام ہے اور اگر اس میں چند روز کے لیے عزیزوں (رشتہ داروں) کا ناک منہ چڑھے گا، اور ناراض ہوں گے برا بھلا کہیں گے، مگر

اس کی مصلحتیں جب مشاہدہ ہو جائیں گی تو سب خوش ہو جائیں گے۔

خصوصاً چولہا تو ضرور ہی علیحدہ ہونا چاہیے زیادہ تر آگ اسی چولہے سے بھڑکتی ہے۔

(اصلاح انقلاب: ص ۱۸۸، ج ۲)

پہلی بیوی کی اولاد کے ساتھ بھی دوسری بیوی کو رہنے پر مجبور نہیں کر سکتے

فقہاء نے یہاں تک فرمایا ہے کہ مرد کی اگر پہلی بیوی سے کچھ اولاد ہو دوسری بیوی کو اس کے ساتھ شامل رہنے پر مجبور نہیں کر سکتا اور آج کل واقعات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بالخصوص دوسری اولاد کے ساتھ شامل رہنا بڑے بڑے فسادوں کی جڑ ہے کہ دوسرے عزیزوں کے ساتھ اتنا فساد نہیں ہوتا جتنا اس میں ہوتا ہے۔

(اصلاح انقلاب: ص ۱۸۸، ج ۲)

حضرت تھانوی کا قصہ اور ایک عمدہ نمونہ

فرمایا والد مرحوم نے مجھے شادی کر کے فوراً علیحدہ کر دیا تھا اور ہمارے یہاں اکثر یہی قاعدہ رہا ہے کہ جب بڑے ہو گئے علیحدہ کر دیا اور رہنے کو مکان اور اپنے پاس سے سب خرچ دیا۔ ہمیں غیرت آئی اور نوکری کی فکر ہوئی الله کا شکر کہ اس کا انتظام ہو گیا پچیس روپے کی تنخواہ مقرر ہوئی۔ میں سوچا کرتا تھا کہ پچیس روپے کیا کریں گے۔ ہم تو سمجھا کرتے تھے کہ بس دس روپے کی تنخواہ کافی ہے۔ چند روز میں تنہا رہا پھر گھر میں سے وہیں (کانپور) بلا لیا پھر تجربہ سے معلوم ہوا کہ وہ پچیس روپے ایسے زائد نہ تھے سب خرچ ہو جاتے تھے۔

گھر میں ہمیشہ مجھ سے یہ کہا کرتی کہ ایک مکان رہنے کے لیے جدا بنا لو لیکن میں ان کو ٹال دیتا تھا کہ چند روزہ زندگی کے لیے کیا مکان بناتی ہو جب حج کرنے گیا اور بعد میں گھر میں سے بھی پہنچ گئیں تو انھوں نے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے شکایت کی کہ میں گھر بنوانے کو کہتی ہوں اور یہ گھر نہیں بناتے۔

حضرت نے مجھ سے فرمایا تمہارے گھر میں گھر بنوانے کو کہتی ہیں کیا حرج ہے یہ تو اچھی بات ہے اپنے خاص گھر میں آرام ملتا ہے۔ میں نے جی میں کہا مکان بنوانے کی ترکیب اچھی نکالی ہے۔ میں نے عرض کر دیا بہت اچھا بن جائے گا۔ واپسی کے بعد مکان بن گیا تو میں نے حضرت کو قصداً لکھا حضرت نے فرمایا گھر مبارک ہو۔ (حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گھر بنانے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کے بغیر راحت نہیں ہوتی باقی اگر کسی کو تنگی ہو اور وہ نہ بنا سکے تو اور بات ہے۔

(ملفوظات جدید ملفوظات: ص ۱۳۷ تا ۱۴۰)

باب: ۳

شوہر، بیوی کی چیزوں میں صفائی معاملات کی ضرورت

عرب کا دستور:

اہل عرب کی عادت تھی کہ اثاث البیت (گھر کے سامان) میں سے ہر چیز شوہر اور بیوی کے درمیان بٹی ہوئی تھی۔ عورت کی (ملک) الگ اور مرد کی الگ۔ جیسے آج کل یورپ میں ہے کہ صاحب کی چیزیں الگ ہوتی ہیں میم صاحب کی الگ۔ صفائی معاملات کا یہ طریقہ ہمارے یہاں تھا جو اب یورپ میں ہے۔ ہندوستان میں بھی یہی رواج ہو جائے تو اچھا ہے۔ (التبلیغ، ص ۳۰)

شوہر، بیوی کی اشیاء اور املاک علیحدہ اور ممتاز ہونا چاہیے

آج کل ہم لوگوں کی معاشرت اتنی گندی ہو گئی ہے کہ کسی کے حق کی بھی پرواہ نہیں رہی اور جہالت کی یہ حد ہے کہ ہم کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ صفائی معاملات اور باہمی حقوق کے فرق کا طریقہ ہمارے یہاں کا تھا جو اب یورپ میں ہے۔

معاملہ کی صفائی یہی ہے کہ میاں بیوی کی املاک (ملکیت) ممتاز ہوں۔ مگر ہمارے یہاں تو حالت یہ ہے کہ گھروں میں یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ چیز کس کی ہے اور وہ چیز کس کی ہے۔ اس کی چیز پر وہ قابض اور اس کی چیز پر یہ۔

عورت کے پاس زیور ہوتا ہے تو اس میں امتیاز نہیں کہ کون سا باپ کے گھر کا ہے اور کون سا خاوند کے گھر کا ہے اور پھر وہ عورت کی ملک کر دیا گیا ہے یا عاریت ہے۔ اگر کوئی مرد اس کی تنقیح (وضاحت) کرنا چاہے کہ میری ملک کون سی اور دوسرے کی کون سی تو اس پر بیوی انگشت نمائی ہوتی ہے اور پورے خاندان میں اسے بدنام کیا جاتا ہے کہ صاحب اپنی ذرا ذرا سی چیز فلاں شخص الگ کرتا ہے اور اس قدر کنجوس اور اس قدر بخیل ہے کہ اپنی چیز کو کسی کا ہاتھ لگنا گوارہ نہیں کرتا۔ مطلب یہ کہ سخی وہ ہے جو بالکل بدانتظام مغفل (بے وقوف) اور مجہول ہو جس کو نہ اپنی ملک کی خبر اور نہ دوسرے کی۔ (التبلیغ وعظ کسا النساء: ۲۱ / ج ۷)

بد معاملگی کا انجام

پھر اس سخاوت کا لطف اس وقت آتا ہے جب ان میں کوئی کھسک جائے (یعنی مر جائے)

اور ترکہ تقسیم کیا جائے۔ اس وقت ایک کہتا ہے کہ یہ چیز مرنے والے نے مجھ کو دے دی تھی۔ ایک کہتا ہے کہ یہ چیز میت کی نہیں تھی، میری تھی۔ ایک عورت کہتی ہے کہ یہ سامان میرے باپ کے گھر کا ہے۔ اب کوئی شکل (صورت) نہیں کہ اس معاملہ کو کس طرح طے کیا جائے۔ پھر وہ جوتے بازی ہوتی ہے کہ دیکھنے والے ہنستے ہیں۔

اور جو خاندان بڑا مہذب ہوا تو وہاں یہ جوتے بازی تو نہیں ہوتی کیونکہ یہ باتیں تہذیب اور شرافت کے خلاف ہیں۔ مگر دلوں میں رنجشیں اور عداوتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ شکایت کی نوبت آتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھر جنگی خانہ بن جاتا ہے۔ یہ اس معاشرت میں دنیا کی خرابی ہے۔
(التبلیغ: ۲۲ص ۲۷)

دین کی خرابی اور آخرت کا نقصان

اور دین کی خرابی یہ ہے کہ دوسرے کی ملک میں بلا اجازت تصرف کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے اور وہ چیز ضائع ہو جائے تو ضامن ہوتا ہے قیامت کا معاملہ بہت نازک ہے۔ تین پیسے بھی جس کے ذمہ رہ جائیں گے اس کی سات سو مقبول نمازیں چھین کر حق والے کو دلوادی جائیں گی۔ یہ کس قدر ڈرنے کی بات ہے کہ ساری عمر نماز پڑھی اور قیامت میں سب چھین لی گئی۔

یہ نتیجہ ہے گول مول باتوں کا دنیا بھی برباد کیوں کہ رنجشیں پیدا ہوتی ہیں جس سے سارے گھر کی زندگی تلخ (بدمزہ) ہو جاتی ہے اور آخرت بھی برباد کہ کل کرائی عبادت اپنے پاس نہ رہی۔
(حوالہ مذکورہ)

بد معاملگی کی وجہ سے مصیبت اور پریشانی

ہمارے یہاں ایک شخص آئے اور کہا کہ میری بیوی مرگئی ہے اس کا ترکہ (میراث) شرعی قاعدہ کے موافق تقسیم کردو۔ میں نے کہا کہ بیوی کی مملوکہ (جن کی وہ مالک تھی) چیزوں کی فہرست بنا کر میرے پاس لاؤ۔ اس سوال کے جواب میں ان کو اس قدر مصیبت ہوئی کہ پریشان ہو گئے۔ کیونکہ پتہ ہی نہیں تھا کہ کون سی چیز ان کی ملک تھی اور کون سی چیز بیوی کی ملک۔ میں نے کہا کہ اس مصیبت کے ساتھ یہ جرمانہ لگ ہے کہ جس چیز میں شبہ ہے وہ سب بیوی کی ملک سمجھی جائے گی۔ سب وارثوں کو جمع کرو سب اپنی اپنی چیزیں الگ کرلیں جس میں شک ہو وہ سب میت کی ملک سمجھو۔ اس میں میراث جاری ہوگی۔

چنانچہ یہی کیا اور بڑی مشکل سے ترکہ تقسیم ہو سکا۔ یہ اس شخص کی دینداری تھی کہ مصیبت

اٹھائی اور کام کر کے ہی چھوڑا۔

غرض جیتے جی تو سب کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ سب سامان گڑبڑ ہو رہے اور کسی چیز میں کسی کا نام لگنا ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ مگر ایک کے مرنے کے بعد بڑی مصیبت پیش آتی ہے۔

اس کی وجہ یہی ہے کہ ہماری معاشرت گندی ہے اور بات گول مول رہتی ہے۔

(التبلیغ: ص ۱۴۴رج ۷)

صفائی معاملات نہ ہونے کی وجہ سے شوہر بیوی میں نا اتفاقی

گھر کا خرچ دینے میں بھی یہی خرابی ہے کہ میاں جو کچھ کماتے ہیں بیوی کو دے دیتے ہیں بیوی سمجھتی ہے کہ یہ سب مجھے دے دیا یعنی سب میری ملک کر دیا اور جس طرح چاہتی ہیں اڑاتی ہیں۔ اس میں سے خیرات کرتی ہیں۔ اسی میں سے اپنے میکہ والوں کو خوب دل کھول کر دیتی ہیں کیونکہ اطمینان ہے کہ میری ملک ہے۔

بعض وقت جب میاں دیکھتے ہیں کہ اس بے دردی کے ساتھ میری کمائی اڑائی جا رہی ہے اور باز پرس (پوچھ تاچھ) کرتے ہیں تو بی بی صاحبہ کہتی ہیں کہ یہ رقم تم نے مجھے دے دی تھی۔ لہٰذا مجھے اختیار ہے جہاں چاہوں خرچ کروں۔ میاں صاحب کہتے ہیں میں تجھے کیوں دیتا، میں نے تو بطور امانت کے دیا تھا۔ غرض خوب تکرار (بحث) ہوتی ہے۔ یہ خرابی اس گول مول بات کی ہے معاملہ صاف رکھو جو کچھ دو اس کے متعلق تصریح کر دو کہ یہ کس مد میں دیا ہے

(امانت ہے یا ہدیہ یا در گھر کا خرچ ہے یا جیب خرچ اس کی صراحت ضروری ہے)

(التبلیغ: ص ۱۴۵رج ۷)

صفائی معاملات نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کے مسئلہ میں گڑبڑ

زکوٰۃ کے متعلق جو شرعی حقوق ہیں مثلاً (زیور کی) زکوٰۃ میں بھی کوتاہی ہوتی ہے۔ میاں بے فکر ہیں کہ میرے کام میں تھوڑی آرہا ہے۔ میرے اوپر اس کی زکوٰۃ کیوں ہو اور بیوی بے فکر ہیں کہ میری ملک تھوڑی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کوئی بھی نہیں دیتا اور جب خاوند کھسک گئے تو اب بیوی صاحبہ کہتی ہیں کہ میری ملک ہے۔ انہوں نے مجھے دے دیا تھا۔ عجیب بات ہے کہ یہ زیور تو تمام عمر پہننے کے لیے تھا اس لیے زکوٰۃ شوہر کے ذمہ کی جاتی تھی اور مرنے کے بعد مالک بننے کے لیے بیوی صاحبہ موجود ہیں۔ غرض خرچ کے لیے تو خاوند، مالک اور آمدنی کے لیے بیوی؟ یہ خرابی کیوں پیدا ہوئی صرف اس وجہ سے کہ ملک علیحدہ نہیں کی گئی اور اگر بنانے کے بعد ہی تصریح

کر دی جاتی کہ یہ کس کی ملک ہے تو یہ کوتاہی نہ ہوتی اور زکوٰۃ دینے کے وقت یہ حیلہ بھی ذہن میں نہ آتا کہ ہر چیز میری ہی چھوڑی ہے۔ بس معاملہ صاف ہونا چاہئے۔ اگر زیور بیوی کی ملک کر دیا گیا ہے تو زکوٰۃ اسی کے ذمہ ہوگی اور اگر عاریتاً (پہننے) کے لیے دیا گیا ہے تو زکوٰۃ خاوند کے ذمہ ہوگی۔ یہ بات ہے کہ بیوی کی طرف سے بھی اس کی اجازت سے خاوند زکوٰۃ ادا کر دے۔
(التبلیغ: ص ۴۹ ،ج ۷)

زیور کے مسئلہ میں ایک اور بڑی خرابی

ایک خرابی اور سنیئے کہ بیوی کو زیور ہزاروں روپے کے دیئے جاتے ہیں مگر تصریح کرتے کہ یہ زیور مہر میں محسوب (شمار) ہے۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیوی کو سب کچھ دے دیا مگر مہر کا ایک پیسہ بھی ادا نہیں ہوا۔ لاکھ روپے خرچ ہو گئے مگر قرض دار کے قرض دار ہی رہے جو حق العبد ہے اور حق العبد (بندہ کا حق) کا جو نتیجہ ہوتا ہے وہ آپ سن چکے ہیں کہ تین پیسے کے بدلے میں سات سو مقبول نمازیں چھین لی جائیں گی۔

پھر یہ کیا عقلمندی ہوئی کہ خرچ تو دین مہر (یعنی مہر کے قرضہ) سے زیادہ ہو گیا مگر قرضہ ذمہ میں بدستور باقی رہا۔

ہاں جب دنیا میں مہر کا مطالبہ ہوتا ہے کہ بیوی مر گئی اور وارثوں نے مہر کا دعویٰ کیا، یا طلاق کا اتفاق ہوا اور بیوی نے مہر کا دعویٰ کیا تو اب شوہر صاحب کہتے ہیں کہ یہ سب زیور میں نے مہر میں تو دیا تھا۔ کوئی اس سے پوچھے کہ خدا کے بندے خدا تو نیت کو جانتا ہے بندوں کو نیت کی کیا خبر؟ تو نے کب کہا تھا کہ زیور مہر میں ہے۔

یوں تو کسی کو لاکھ روپے بخش دو اگر اس کا ایک پیسہ آپ کے ذمہ قرض ہے تو وہ تمہارے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ قرض جب ادا ہوتا ہے جب یہ کہہ کر دو کہ یہ قرض کی رقم ہے۔ اگر زیور مہر میں دینا ہے تو دیتے وقت تصریح کر دینا چاہیے کہ یہ مہر میں ہے اور اس کا حساب لکھو یا ذہن میں رکھو۔ غرض گول مول بات کیوں رکھتے ہو۔ یہ حقوق کا معاملہ ہے۔ ایک پیسہ بھی رہ جائے گا تو قرض ہی رہے گا۔ غرض جو کام ہو باضابطہ ہو گول مول نہ ہو۔ (التبلیغ: ص ۵۰ ،ج ۷)

اسلامی طریقہ

(۱) ہم کو ابتداء (شروع ہی) میں لازم ہے کہ جب کوئی زیور یا کوئی چارپائی بنے یا کوئی چیز خریدی جائے تو اسی وقت زبان سے کہہ دیں کہ یہ سامان تمہارا ہے یا ہمارا۔ بس معاملہ صاف ہو

معلوم ہوتی ہے اگر یہی رسم عام پھر جائے تو کوئی بُرا ماننے گا نہ اس سے وحشت ہوگی اور اس کے فوائد دیکھ کر سب اس کے قائل ہو جائیں گے اور (اس طرزِ عمل کی) تحسین (تعریف) کرنے لگیں گے۔ (التبلیغ: ص ۳۷)

عملی نمونہ کا ایک واقعہ

ہمارے یہاں ایک عورت نے ایک کٹورا ہدیہ میں دیا تو میں نے پوچھا یہ تم نے کس کو دیا ہے؟ مجھ کو یا گھر کے لوگوں کو؟ تو اب سوچنے لگیں کہ کیا جواب دوں کیوں کہ وہ تو رسم ورواج کے مواقع اس واسطے لائی تھیں کہ گھر میں کام آئے گا۔ اس سے کیا بحث کہ کس کی ملک ہوگا۔ جب ہو پہلے سے کوئی نیت کر کے لائی ہی نہ تھیں تو میرے سوال کے جواب میں کیا کہتیں۔ آخر بہت سوچنے کے بعد کہا کہ میں نے تو دونوں کو دیا ہے۔ میں نے کہا خیر یہی معلوم ہوگیا کہ کٹورا مشترک ہے۔ (التبلیغ: ص ۳۶)

شوہر، بیوی کو ایک دوسرے کا سامان بغیر اس کی مرضی کے استعمال کرنا جائز نہیں

(شوہر بیوی) دونوں کی ملک جدا جدا ہے۔ یہ شوہر کے لیے بھی ظلم ہوگا کہ عورت کے مال میں بلا اس کی رضامندی کے تصرف کرے اور عورت کے لیے بھی خیانت ہوگی اگر مرد کے مال میں بلا اس کی رضامندی سے تصرف کرے مراد یہ ہے کہ قرائن قویہ سے مالک کا یقینی طور پر دلی رضامند ہونا معلوم ہو جائے۔ (اصلاح انقلاب: ص ۱۸۶)

اذن بطیبِ نفس (دلی رضامندی) کی حقیقت یہ ہے کہ دوسرے کو عدم اذن (اجازت نہ دینے) پر بھی قدرت ہو۔ (انفاس عیسیٰ: ص ۳۱۵)

شوہر کے مال جوڑنا اور بغیر شوہر کی اجازت کے خرچ کرنا جائز نہیں

بعض عورتیں رقمیں جوڑ جوڑ کر خاوند سے چھپا کر اپنے گھروں کو بھرا کرتی ہیں کسی بہانے سے باپ کو دے دیا کسی بہانے سے ماں کو دے دیا۔ یہ سخت گناہ ہے۔ مرد کے مال میں عورت کے عزیزوں کا شرعاً کوئی حق نہیں۔ اگر دینا ہے تو مرد سے پوچھ کر دینا چاہیے۔ خاوند جو مال عورت کو بالکل بطور ملک دے ڈالے اس میں بلا اجازت عورت کو صرف کرنا جائز ہے اور جو مال اس کو بہ نہ

کرے۔ بلکہ گھر کے خرچ کے واسطے دے۔ یا جمع رکھنے کے لیے دے (یا عورت نے چپکے سے جوڑ لیا ہو، اس میں بلا شوہر کی اجازت کے صرف کرنا ہرگز جائز نہیں۔ حتیٰ کے سائل کو دینا بھی جائز نہیں۔

(کسی کے ساتھ احسان کرنے یا صدقہ کرنے میں) بھی شرط یہ ہے کہ وہ احسان شریعت کے موافق ہو شریعت کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً بیوی کے پاس خاوند کا روپیہ ہے اور بیوی کو کسی پر رحم آجائے تو اس کو ان روپوں میں سے دینا جائز نہیں اور اگر دے دیا تو گنہگار ہوگی۔ اگر چہ اس نے اپنے نزدیک بہت نیک کام کیا ہے، مگر چونکہ وہ روپیہ اس کا نہیں بلکہ شوہر کا ہے اور اس نے اجازت نہیں دی۔ یا پوچھنے کے بعد بکراہیت دی (یعنی ناپسندگی کے ساتھ خوش دلی سے نہیں دی) اس لیے خلاف شرع کام ہوا ایسی ثواب بھی نہ ہوگا بظاہر تو یہ کام بڑی ہمت کا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے پر رحم کرنے میں اپنے گنہگار ہونے کا بھی خیال نہ کیا مگر خدا کے پاس بالکل قبول نہ ہوگا۔

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے ہر حکم میں نہایت اعتدال وانصاف کیا ہے۔

(مواساۃ المصابین ملحقہ آداب انسانیت:ص ۳۹۴)

شوہر سے چھپا کر اس کی جوڑی ہوئی رقم کا حکم

بعض عورتیں مرد سے چھپا کر روپیہ جوڑا کرتی ہیں اس خیال سے کہ شاید مرد پہلے مرجائے تو یہ بعد میں میرے کام آئے گی۔ اب اگر اس کو مثلاً چالیس روپے ماہوار دیے گئے تو اس میں تیس ۳۰ کو اٹھا کر جمع رکھتی ہیں۔ پھر اگر اتفاق سے مرد پہلے مرجائے تو یہ جمع رقم خالص انہیں کے پاس رہتی ہے اس کی کسی کو خبر نہیں کرتیں۔ یاد رکھو یہ نا جائز ہے، اس رقم میں ورثاء کا بھی حق ہے۔

اگر کچھ جمع کرنا ہو تو مرد کو اس کی اطلاع کر دو اور اس سے یہ رقم (جمع شدہ) اپنے واسطے مرض موت سے پہلے (حالت صحت میں) ہبہ کرالو۔ اس طرح کرنے سے تو یہ رقم تمہاری ملک ہو جائے گی۔ ورنہ اس میں سب وارثوں کا حق ہے اور تنہا عورت کو اس کا مالک بننا حرام ہے۔

(اسباب الغفلۃ ملحقہ دین و دنیا:ص ۳۹۱)

شوہر کے مال میں تصرف کرنے کے حدود

عورتیں بعض دفعہ خاوند کے مال میں تصرف کرتے ہوئے یہ سمجھتی ہیں کہ وہ اجازت دے دے گا اور بعض دفعہ وہ خاموش بھی ہو جاتا ہے، مگر بعض مرتبہ خوب خفا ہوتا ہے اور میاں بیوی میں اچھی طرح تو تو میں میں ہوتی ہے۔

اس لیے جب تک صراحۃً اجازت نہ ہو یا اجازت کا ظن غالب نہ ہو اس وقت تک عورتوں کو چندہ میں (یا کسی کو بھی کچھ) نہ دینا چاہیے۔

البتہ اگر کوئی ایسی معمولی چیز ہو جس میں غالب احتمال اجازت کا ہو وہ تو خیر (جائز ہے) اور یہ سائلوں (فقیروں) کو دینے کے متعلق ہے (مثلاً کسی مانگنے والے کو ایک آدھ روٹی دے دی) تو یہ جائز ہے یہ تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ خاوند کا مال دیا جائے۔

جب معمولی چیز دینے کے متعلق بھی اتنی احتیاط اور شرط ہے کہ غالب گمان اجازت کا ہو۔ تو بھلا ماں باپ بھائی بہن کا گھر بھرنے کی کب اجازت ہوگی، کیونکہ ان کو ان تو معمولی چیزیں نہیں دی جاتیں ان کو ایک روٹی یا روٹی کا ٹکڑا کون دیتا ہے وہاں تو نقد روپے یا کپڑوں کے جوڑے بھیجے جاتے ہیں جس میں غالب گمان یہ ہوتا ہے کہ خاوند کو اطلاع ہو جائے تو شاید اسے ناگوار ہو اور اسی وجہ سے اپنے عزیزوں کو عورتیں خفیہ خفیہ (چپکے چپکے) بھرتی ہیں اور خاوند کو ذرا بھی خبر نہیں ہونے دیتیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ غریب جو کچھ کماتا ہے سب دوسروں کو لگ جاتا ہے۔

(اسباب الغفلۃ ،ص ۳۹۴)

عورت کو اپنے مال میں بھی شوہر کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کرنا چاہیے

یہ تفصیل اس صورت میں ہے جب کہ خاوند کا مال دیا جائے۔ اگر خاص عورت ہی کا ہو تو اگر چہ اس میں خاوند کی اجازت ضرورت نہیں۔ مگر اس سے مشورہ ضرور کر لینا چاہیے۔

نسائی میں ایک حدیث ہے۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا یجوز لامراۃ ھبۃ فی ما لھا اذا ملک زوجھا عصمتھا الا باذن زوجھا (نسائی)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا نکاح کے بعد عورت کو اپنے مال میں سے ہبہ کرنا (یعنی کسی کو دینا) شوہر کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

اس میں بعض علمائے نے مالھا سے مراد ادنیٰ ملابست کی وجہ سے زوج کا مال مراد لیا ہے، لیکن اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو اس پر محمول کیا جائے کہ عورتیں چونکہ ناقصات العقل ہوتی ہیں۔ اگر یہ اپنے مال میں خود مختار رہوں گی تو نہ معلوم کہاں کہاں روپیہ برباد کریں گی۔ اس لیے آپ ناقصات العقل (عورتوں کے) طبقہ کو حکم فرماتے ہیں کہ تم اپنے مال میں جو بھی تصرف کرو اس میں

اپنے مرد سے مشورہ کرلیا کرو۔ یہ بات جی کو لگتی ہے اور اس میں بڑی مصلحت یہ ہے کہ اس طرح برتاؤ کرنے میں میاں بیوی میں اتحاد بڑھتا ہے اور مرد کو عورت سے محبت زیادہ ہوتی ہے کہ اس کو مجھ سے اتنا تعلق ہے کہ اپنے مال میں بھی کوئی کام بغیر میرے مشورے کے نہیں کرتی اور اگر عورت اپنی جمع شدہ رقم کو الگ رکھ کر (اپنی ملکیت میں) اپنی رائے سے تصرف کرے تو اس صورت میں ایک قسم کی اجنبیت سی معلوم ہوتی ہے۔

اس وجہ سے میرے نزدیک حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ مال زوج مراد لینے کی کوئی ضرورت نہیں (علامہ سندی کے کلام سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

قال السندي، وهو عند اكثر العلماء على معنى حسن العشرة واستطابة نفس الزوج. الخ

تو جب عورت کو اپنے مال میں بھی مرد سے مشورہ لینے کی ضرورت ہے تو شوہر کے مال میں (اجازت لینے کی) کیسے ضرورت نہ ہوگی۔ (اسباب الغفلہ مجموعہ زین و دیں ج: ص ۳۰۳)

.....☆☆☆☆☆.....

باب:۳

شوہر بیوی کے باہمی تعلقات شوہر بیوی میں تعلق فطرۃً ہوتا ہے

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (عورتیں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم عورتوں کے لیے لباس ہو۔

اس تشبیہ میں شدت تعلق کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ یعنی اس تشبیہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ زوجین (میاں بیوی) میں بہت شدید اور گہرا تعلق ہے۔

اور یہ اللہ کی رحمت ہے کہ میاں بیوی کے درمیان ایسا قوی اور مضبوط تعلق پیدا کر دیتے ہیں کہ اس سے زیادہ گہرا دنیا میں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ کیونکہ بغیر شدید تعلق کے حقوق زوجیت کا آسانی سے ادا ہونا دشوار تھا (اس لیے اللہ تعالیٰ نے حقوق کی ادائیگی کی آسانی کے لیے زوجین میں ایسا قوی تعلق پیدا کیا ہے جس کی وجہ سے گویا دونوں متحد (ایک) ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ دو قالب (جسم) ایک جان ہیں۔

خلاصہ یہ کہ آیت میں زوجین کو لباس کے ساتھ تشبیہ دے کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ہم نے زوجین کے متعلق جو حقوق رکھے ہیں ان کی آسانی اس طرح کر دی گئی ہے کہ طرفین میں (دونوں طرف) قوی تعلق رکھ دیا جس سے حقوق کی ادائیگی آسان ہو گئی۔

اور یہاں سے معلوم ہوا کہ حقوق کی ادائیگی نہایت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا اس قدر اہتمام ہے کہ اس کی آسانی کا ایسے طریقہ سے انتظام فرمایا جو بندہ کے اختیار سے باہر تھا۔ جس چیز کا اللہ تعالیٰ اہتمام فرمائیں ہمارے ذمہ اس کی نگہداشت (اور حفاظت) نہایت ضروری ہے۔

(رفع الالتباس ملحقہ حقوق الزوجین ص۱۳۵،۱۳۶)

میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کی زینت ہیں

ایک وجہ تشبیہ اور میرے ذہن میں آئی کہ جیسے لباس میں ستر کی شان ہے اسی طرح عورت مرد کی ساتر (چھپانے والی) اور مرد عورت کے لیے ساتر ہے۔ یعنی ہر ایک دوسرے کے عیوب کے لیے ساتر ہے۔

اور جس طرح لباس زینت ہے اسی طرح زوجین میں عورت مرد کے لیے اور مرد عورت کے لیے زینت ہے۔ لباس کا ہونا تو خود نص سے ثابت ہے۔

یبنی ادم خذوا زینتکم۔ میں بالاتفاق زینت سے مراد لباس ہے۔

اوپر سے لباس ہی کا ذکر ہو رہا ہے چنانچہ اس سے پہلے ارشاد ہے۔

یبنی ادم قدانزلنا علیکم لباسا یواری سوا تکم وریشا۔

یہاں لباس کو گو صراحۃً زینت نہیں کہا گیا مگر زینت کا جو نتیجہ ہے وہ یہاں بھی مذکور ہے یعنی یواری سوا تکم یعنی ہم نے تمہارے لیے ایسا لباس ایجاد کیا جو تمھاری بدنمائی کو ڈھانکتا ہے اور یہی زینت کا حاصل ہے کہ بدنمائی اور عیوب پوشیدہ ہو جائیں اور ریش سے مراد پرندوں کے پر ہیں کہ وہ حیوانات کے لیے زینت ہیں۔

غرض جس طرح لباس زینت ہے اسطرح شوہر بیوی کی زینت ہے اور بیوی اپنے مرد کے لیے زینت ہے۔ عورت سے تو مرد کی زینت یہ ہے۔ کہ بیوی بچوں والا آدمی لوگوں کی نگاہ میں معزز ہوتا ہے اور مرد سے عورت کی عزت یہ ہے کہ لوگ اس کے اوپر کسی قسم کا شبہ نہیں کرتے اور نکاح سے پہلے عورت کی عزت و آبرو ہر وقت خطرہ میں رہتی ہے۔ (رفع الالتباس: ص ۱۶۵)

مرد و عورت دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں

ایک وجہ شبہ کی اور میرے ذہن میں آئی ہے کہ جیسے بغیر کپڑے کے انسان سے صبر نہیں ہو سکتا اسی طرح بغیر نکاح کے مرد و عورت کو صبر نہیں آسکتا محض تقاضائے نفس ہی کی وجہ سے نہیں بلکہ اعانت وغیرہ میں عورت اپنے خاوند کی محتاج ہے اور خدمت و راحت رسانی میں مرد عورت کا محتاج ہے۔

چنانچہ بیماری کے زمانہ میں بیوی سے زیادہ کوئی خدمت نہیں کر سکتا ایک بوڑھے میاں نے حتّٰی کہ اسی ۸۰ برس کی عمر میں پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی کا ارادہ کیا حالانکہ ان کی بہو بیٹیاں بہت تھی سب نے منع کیا کہ تمہاری خدمت کے لیے ہم موجود ہیں نکاح کی کیا ضرورت ہے۔ بڑے میاں نے کہا کہ بیوی کے برابر کوئی خدمت نہیں کر سکتا اور موقع پر میں تم کو بتلا دوں گا۔ چنانچہ نکاح ہوا اور چند سال بعد بڑے میاں کو ایک مرض ہوا اس میں دست آنے لگے تو ساری بہو بیٹیاں بدبو سے گھبرا کر الگ ہو گئیں اور بیوی کی یہ حالت تھی کہ ان کو پیروں پر بٹھلا کر پاخانہ کراتی اور استنجاء کر کے کپڑوں کو پاک وصاف کرتی۔ دن میں بیس ۲۰ پچیس ۲۵ دست بھی آتے تو وہ ہر دفعہ ان کو پاک وصاف کر کے لٹاتی تھی تو اس وقت بڑے میاں نے کہا کہ میں نے اس دن کے واسطے نکاح کیا تھا۔ دیکھو آج اس کے سوا میرے کوئی کام نہیں آیا۔

بس لباس کی طرح مرد کو عورت سے استغناء نہیں۔ عورت کو مرد سے استغناء نہیں مرد عورت کا معاون ہے۔ عورت مرد کی خادم ہے۔ (رفع الالتباس: ص ۱۶۱)

میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے تابع

(مرد کو عورت اور عورت کو مرد سے یعنی تشبیہ باللباس یعنی (لباس سے تشبیہ دینے میں) ایک نکتہ اور سمجھ میں آیا وہ یہ کہ لباس تابع ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں مردوں کے تابع ہیں پھر لباسیت نساء (عورتوں کے لباس ہونے کا) ذکر پہلے کیا گیا ہے اس معلوم ہوا کہ تابعیت (تابع ہونے میں) عورتیں مقدم ہیں۔

یہاں سوال یہ ہوگا کہ آگے تو مردوں کو بھی عورتوں کا لباس کہا گیا ہے تو کیا وہ بھی عورتوں کے تابع ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں ایک درجہ میں وہ بھی تابع ہیں، لیکن ان کی تابعیت بعد میں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عورتیں تو فطرۃً اور قانوناً مردوں کے تابع ہیں اور مرد محبت کی وجہ سے تابع ہوجاتے ہیں۔ (رفع الالتباس: ص ۱۰۷)

میاں بیوی کے تعلق کی حیثیت

عورت بیشک محکوم ہے لیکن وہ ایسی محکوم نہیں ہے جیسے ماما، لونڈی، نوکر اور نوکرانی) محکوم ہوتی ہے۔ بلکہ اس کو مرد کے ساتھ دوستی کا بھی تعلق ہے اور اس تعلق کا خاصہ ہے کہ اس میں ایک قسم کا ناز بھی ہوتا ہے۔ اس تعلق کے ساتھ مرد کا عورت پر وہ رعب نہیں ہوسکتا جو نوکروں پر ہوا کرتا ہے۔ مرد یہ چاہتے ہیں کہ بیوی پر بھی اسی طرح رعب جمائیں جس طرح نوکر پر جمایا کرتے ہیں نہایت تنگدلی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس تعلق کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔

صاحبو! یہ وہ تعلق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی بعض دفعہ ازواج مطہرات ناز میں آکر برابر کے دوستوں کا سا برتاؤ کرتی تھیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کون ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر کمال میں بے نظیر تھے کوئی آپ کے برابر کا نہ تھا۔ نیز اس کے ساتھ آپ صاحب سلطنت تھے سلطنت کا رعب بھی آپ میں بہت زیادہ تھا۔ (سلاطین آپ کا نام سن کر کانپتے تھے) مگر ان سب کے باوجود بیویوں پر آپ نے کبھی رعب سے اثر نہیں ڈالا بلکہ ان کے ساتھ آپ کا ایسا برتاؤ تھا جس میں حکومت اور دوستی کے دونوں پہلو ملحوظ رہتے تھے۔

تعلق حکومت کا تو یہ اثر تھا کہ ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت کبھی نہ کرتی تھی۔ آپ کی تعظیم وادب اس درجہ کرتی تھیں کہ دنیا میں کسی کی عظمت بھی ان کے دل میں حضور کے برابر نہ تھی۔

اور تعلق دوستی کا یہ اثر تھا کہ بعض دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ پر ناز کرتیں مگر کبھی آپ کو ناگوار نہ ہوتا تھا۔ (حقوق البیت: ص ۴۲)

مرد عورت میں مساوات نہیں، ہاں عدل وانصاف ہے

بیبیو! تم مردوں کے برابر کیسے ہو سکتی ہو تم تو ہر طرح اور ہر معاملہ میں پیچھے رکھی گئی ہو۔ دیکھو تمہاری امامت جائز نہیں، میراث شہادت، امارت، ولایت وغیرہ میں ہر طرح مردوں سے پیچھے ہو تم آگے کیوں بڑھنا چاہتی ہو؟

امام صاحب کا قول ہے کہ اگر صف میں مرد کے برابر عورت کھڑی ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ جب عبادات میں مساوات نہیں (چنانچہ مخصوص ایام میں عورت نماز روزہ نہیں کر سکتی) جس میں زیادہ ہمت زیادہ عقل کی بھی ضرورت نہیں تو معاملات میں کہ جن میں بہت سے ان امور کی ضرورت ہے جو خاص مردوں میں پائے جاتے ہیں کیسے برابر ہو سکتی ہو؟

مردوں عورتوں میں قدرتی فرق ہے یہ کسی طرح مردوں کی برابری نہیں کر سکتیں، عقل ان میں کم، برداشت کی قوت ان میں کم قویٰ (اور اعضا) ان کے کمزور اس لیے یہ جلدی ضعیف بھی ہو جاتی ہیں۔ جب خدا نے تم کو ہر بات میں مردوں سے کم رکھا ہے تو آخر کس بات میں تم مساوات کی دعویدار ہو۔

غرض یہ بات شریعت سے ثابت ہے کہ عورت کسی قدر مرد سے درجہ میں گھٹی ہوئی ہے مثلاً وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) یعنی مردوں کا درجہ عورتوں سے زیادہ ہے اس کے آگے ہے واللہ عزیز حکیم اس کا حاصل یہ ہے کہ اس فضیلت میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیوں کہ یہ اللہ کی دی ہوئی ہیں جو غالب ہیں ان کے حکم کو کوئی روکنے والا نہیں اور یہ حکم محض حاکمانہ نہیں کیونکہ وہ حکیم بھی ہیں انہوں نے جو کچھ بھی حکم دیا ہے حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا کچھ چون وچرا کی گنجائش نہیں۔

صفات خلقیہ (پیدائشی اوصاف) میں مرد عورتوں سے بڑھے ہوئے ہیں جیسے کمال عقل، شجاعت، قوت، عقل تدبیر۔ ان ملکات میں حق تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ عورت چاہے کیسی ہی امیرزادی ہو کتنی ہی حسین وجمیل ہو لیکن ان صفات میں وہ مردوں سے گھٹی ہوئی ہے اسی لیے فرمایا وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ مردوں کا درجہ عورتوں سے زیادہ ہے۔

(التبلیغ: ص ۹۷، ۱۲۷ ج ۷)

مرد حاکم عورت محکوم ہے اور یہی فطرت وانصاف کا تقاضہ ہے

عورت میں عقل کم ہوتی ہے اور جس میں عقل کم ہو اس سے ہر کام میں غلطی کرنے کا احتمال ہے۔ لہٰذا اس کے واسطے سلامتی اسی میں ہے کہ وہ زیادہ عقل والے کا تابع ہو۔

اسی واسطے حق تعالیٰ نے مردکوان پر حاکم بنایا چنانچہ فرماتے ہیں۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ (مرد عورتوں پر حاکم ہیں) تاکہ ان کے سب کام ان کی نگرانی میں ہوں اور غلطی سے حفاظت رہے۔ اس کا نام سختی نہیں ہے بلکہ یہ تو عدل وحکمت وشفقت ہے۔

دیکھو بچے ناقص العقل ہوتے ہیں اگر ان کو خودسر بنادیا جائے (آزاد چھوڑ دیا جائے) اور وہ کسی کے تابع ہو کر نہ رہیں تو ان کا کیا انجام ہوگا؟ بس یہ حق تعالیٰ کی نہایت رحمت (اور فطرت کا عین مقتضی ہے) کہ عورتوں کو خودسر (آزاد) نہیں بنایا ہے ورنہ ان کا کوئی کام بھی درست نہ ہوتا۔ دین اور دنیا سب کاموں میں ان سے غلطیاں ہوا کرتیں۔

حق تعالیٰ نے جو عورتوں کو محکوم اور خاوند کو حاکم بنایا ہے اس کو سختی اور ظلم نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ عورتوں کے حق میں یہ عین رحمت وحکمت ہے کیوں کہ تابع ہونے میں بڑی راحت ہے اور مساوات میں کبھی انتظام اور تمدن قائم نہیں ہوتا ہمیشہ جھگڑا اور فساد ہی ہوتا ہے۔

(التبلیغ وعظ کسا النساء ص۱۹۹ التبلیغ ص۱۱۲ ج۷)

سلامتی اسی میں ہے کہ عورت مرد کے تابع اور مطیع وفرمانبردار رہے

خودسری آزادی میں بڑی مصیبت ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ

یعنی خوب سمجھ لو اے مسلمانو! کہ تمہارے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اگر بہت سی باتوں میں یہ تمہارا کہنا مانتے تو تم بڑی مصیبت میں پڑ جاتے۔

مطلب یہ ہے کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع بن کر رہنا چاہیے نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے تابع ہوتے تو تم مصیبت میں پڑ جاتے۔ معلوم ہوا کہ عافیت اور سلامتی اسی میں ہے کہ چھوٹا بڑے کا تابع اور ناقص العقل کامل العقل کے تابع ہو۔

غور کرنے کی بات ہے کہ آیت میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے تابع ہو کر رہیں تو حضور کو تکلیف پہنچے گی بلکہ یہ فرمایا کہ تم خود مصیبت میں پڑ جاتے۔ معلوم ہوا کہ چھوٹے کو بڑے کا تابع بن کر رہنے میں خود چھوٹے کا نفع ہے۔

اس طرح (اے عورتوں) اگر تم مردوں کے تابع ہو کر رہو یہ تمہارے ہی واسطے سلامتی اور عافیت کی بات ہے۔ غرض اس کو بڑی رحمت سمجھو کہ حق تعالیٰ نے تم کو خودسر (آزاد) نہیں بنایا ورنہ تمہارے لیے بڑی مصیبت ہوتی۔ کیونکہ اول تو عورتوں میں سمجھ کم ہوتی ہے۔ دوسرے ان میں ضد کا مادہ بھی ہے جس کام پر اڑ جائیں گی اس کو کر ہی کے چھوڑیں گی تو ان کو دو وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے ایک تو عقل کم ہونے کی وجہ سے جو کام کرتی ہیں بے سوچے سمجھے اور بلا غور وفکر کے کرتی ہیں پھر ضد کا مادہ ان میں اس قدر ہے کہ جو چیز ضد کی سوچ لی گئی تو معلوم بھی ہو جائے کہ یہ کام مضر (نقصان دہ) ہے مگر اس کو چھوڑ نہیں سکتیں۔ چنانچہ دیکھا ہوگا کہ ذرا ذرا سی بات پر عورتیں کنویں میں کود پڑتی ہیں (آگ لگا لیتی ہیں) اس کا سبب کم عقلی اور ضد ہی تو ہے پس عورتوں کی سلامتی اسی میں ہے کہ ان کو تابع بنایا جائے ان کے اوپر کوئی ایسا حاکم مسلط رہے جو ان کو ہر وقت سنبھالتا رہے۔

(التبلیغ ص ۱۰۰ ج ۷)

میاں بیوی میں اتحاد و اتفاق اور گھر کا نظام کس طرح قائم رہ سکتا ہے؟

خوب یاد رکھو! دنیا اور دین دونوں کا نظام اسی طرح قائم رہ سکتا ہے کہ ایک تابع (اطاعت کرنے والا) ہو اور ایک متبوع (جس کی اطاعت کی جائے)۔

لوگ آج کل (اتحاد و اتفاق کے لیے بڑی لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں اور تجویز پاس کرتے ہیں مگر جڑ کو نہیں دیکھتے۔

اتحاد و اتفاق کی جڑ یہ ہے کہ ایک کو بڑا مان لیا جائے اور سب اس کے تابع ہوں جس جماعت میں متبوع اور تابع کوئی نہ ہو سب مساوات ہی کے مدعی (دعویدار) ہوں ان میں کبھی اتحاد نہیں ہو سکتا۔ جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو مساوات کا خیال تو عورتوں کو اپنے دل سے بالکل نکال دینا چاہیے کیوں کہ یہی فساد کی جڑ ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا عورتیں متبوع (حاکم) اور مرد تابع (محکوم و ماتحت) یا مرد متبوع اور عورتیں تابع ہوں۔ اس کا فیصلہ انصاف کے ساتھ خود عورتوں ہی کو اپنے دل سے کر لینا چاہیے کہ متبوع بننے کا قابل وہ ہیں یا مرد؟ سلیم الفطرت عورتیں کبھی اس کا انکار نہیں کر سکتیں کہ عقل اور طاقت میں مرد ہی بڑھے ہوئے ہیں۔ وہی عورتوں کی حفاظت وحمایت کر سکتے ہیں عورتیں مردوں کی حفاظت نہیں کر سکتیں۔ پس مردوں ہی کو متبوع (حاکم) اور عورتوں کو تابع ہونا چاہیے یہی شریعت کا فیصلہ ہے (چنانچہ ارشاد ہے "اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ" (کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔)

(التبلیغ ص ۱۱۵ ج ۷)

میاں بیوی میں باہمی مودۃ ورحمت

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (اور کردیا اللہ نے تمہارے درمیان آپس میں محبت وہمدردی) یہ جو فرمایا ہے کہ تمہارے درمیان محبت وہمدردی پیدا کردی۔

میں کہتا ہوں کہ مودۃ یعنی رحمت کا زمانہ تو جوانی کا ہے اس وقت جانبین میں جوش ہوتا ہے اور ہمدردی کا زمانہ ضعیفی (کمزوری وبڑھاپے) کا ہے دونوں کا اور دیکھا بھی جاتا ہے کہ ضعیفی کی حالت میں سوائے بیوی کے دوسرا کوئی کام نہیں آسکتا۔ (نصرۃ النساء، ص ۵۵۱)

مرد کے واسطے اظہار محبت زینت ہے اور عورت کو اس سے شرم آتی ہے

بعض مردوں کو اس سے بڑا شبہ ہوتا ہے کہ مرد تو اظہار محبت کرتا ہے اور عورت اظہار محبت نہیں کرتی مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کے لیے تو اظہار محبت زینت ہے اور عورت کے لیے عیب ہے۔ اس کو حیا شرم مانع ہوتی ہے۔ گو اس کے دل میں سب کچھ ہوتا ہے جس کا رات دن مشاہدہ ہوتا ہے۔ (نصرۃ النساء، ص ۴۵۵)

میاں بیوی کا تعلق صرف حاکم محکوم کا نہیں محب ومحبوب کا بھی ہے

خاوند بیوی میں محض حاکم اور محکومیت ہی کا تعلق نہیں بلکہ دو تعلق ہیں ایک حکومت کا دوسرے محبوبیت کا۔ دونوں کے حقوق ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر کبھی ضرورت ہو دباؤ بھی دھمکاؤ بھی کوئی حرج نہیں۔ حاکم کو حاکم ہو کر رہنا چاہیے اور محکوم کو محکوم بن کر، لیکن حدود کی رعایت رکھو اور ظلم تک نوبت نہ پہنچاؤ، لیکن جیسے محکوم کے ذمہ حاکم کے حقوق ہیں اسی طرح حاکم کے ذمہ محکوم کے بھی حقوق ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے برتاؤ کرنا چاہیے۔

ہر حال میں ہر شے کے حدود ہیں عورتوں کو مجبور اور کمزور سمجھ کر ظالم تو نہ بننا چاہیے بادشاہ اپنی رعیت پر حکومت کرے مگر ظلم گوارا نہیں اور یہاں میاں بیوی میں تو محض حاکم ومحکومیت کا تعلق نہیں، بلکہ دو تعلق ہیں ایک حکومت کا دوسرے محبوبیت کا دونوں کے حقوق ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

(نصرۃ النساء، ص ۴۵۵، حقوق الزوجین، ص ۵۵۱، ۵۵۳)

☆☆☆☆☆

باب:۵

شوہر کے حقوق کا بیان

شوہر کی اطاعت اور حقوق کے متعلق چند احادیث

اللہ تعالیٰ نے شوہر کا بڑا حق بنایا ہے اور بہت بزرگی دی ہے۔ شوہر کا راضی اور خوش کرنا بڑی عبادت ہے اور اس کا ناخوش اور ناراض کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی رہے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عزت وآبرو کو بچائے رہے یعنی پاکدامن رہے اور اپنے شوہر کی تابعداری اور فرمانبرداری کرتی رہے تو اس کو اختیار ہے جس دروازہ سے چاہے جنت میں چلی جائے۔ (مشکوٰۃ:ص ۲۸۱)

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی موت اس حالت میں آئے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنتی ہے۔ (ترمذی)

☆...... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کے لیے کہتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ اپنے میاں کو سجدہ کیا کرے اور اگر مرد اپنی عورت کو حکم دے کہ اس پہاڑ کے پتھر اٹھا کر اس پہاڑ تک لے جائے اور اس پہاڑ کے پتھر اٹھا کر تیسرے پہاڑ تک لے جائے تو اس کو یہی کرنا چاہیے۔ (مشکوٰۃ:ص ۲۸۱)

☆...... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنے کام کے لیے بلائے تو ضرور پاس آجائے اگرچہ چولہے پر بیٹھی ہو تب بھی چلی آئے۔ مطلب یہ ہے کہ چاہے جتنے ضروری کام پر بیٹھی ہو سب چھوڑ چھاڑ کر چلی آئے۔

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی مرد نے اپنے پاس اپنی عورت کو لیٹنے کے لیے بلایا اور وہ نہ آئی پھر وہ اسی طرح غصہ میں لیٹ رہا تو صبح تک سارے فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں جب کوئی عورت اپنے میاں کو ستاتی ہے تو جو حور قیامت میں اس کی بیوی بنے گی۔ یوں کہتی ہے کہ خدا تیرا ناس کرے تو اس کو مت ستا یہ تو

تیرے پاس مہمان ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں تجھ کو چھوڑ کر ہمارے پاس چلا آئے گا۔

☆... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جن کی نہ تو نماز قبول ہوتی ہے نہ کوئی اور نیکی منظور ہوتی ہے۔

ایک تو وہ لونڈی غلام جو اپنے مالک سے بھاگ جائے۔

دوسرے وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناخوش ہو۔

تیسرے وہ جو نشہ میں مست ہو۔

☆... کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ سب سے اچھی عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ عورت جب اس کا میاں اس کی طرف دیکھے تو خوش کردے اور جب کچھ کہے تو اس کی بات مانے اور جان و مال میں کچھ اس کے خلاف نہ کرے جو اس کو ناگوار ہو۔

(تحفۂ زوجین زیور وحیات المسلمین)

شوہر کی عظمت اور اس کا رتبہ

اے عورتو! تم تو مردوں کے سامنے اتنی چھوٹی ہو کہ حدیث میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کے لیے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔ کچھ ٹھکانہ ہے مرد کی عظمت کا؟ کیا اگر خدا کے بعد کسی کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو مرد کے سجدہ کا حکم ہوتا۔ مگر اب عورتیں مردوں کی بے قدری کرتی ہیں کہ ان کے ساتھ زبان درازی اور مقابلہ سے پیش آتی ہیں۔

اگر تم یہ کہو کہ صاحب مرد کے غصہ سے ہم کو بھی غصہ آتا ہے تو سمجھو کہ غصہ ہمیشہ اپنے چھوٹے پر یا برابر والے پر آیا کرتا ہے اور جس کو آدمی اپنے سے بڑا سمجھا کرتا ہے اس پر کبھی غصہ نہیں آیا کرتا۔ چنانچہ نوکر کو آقا پر غصہ نہیں آسکتا چاہے وہ اس پر کتنا ہی غصہ کرے کیونکہ یہ اس کو اپنے سے بڑا سمجھتا ہے۔

بیبیو! تم کو مرد کے غصہ سے غصہ آنا یہ بتلاتا ہے کہ تم اپنے کو مرد سے بڑا یا برابر درجہ کا سمجھتی ہو۔ اور یہ خیال ہی سرے سے غلط ہے۔ اگر تم اپنے کو مرد سے چھوٹا اور محکوم (تابع) سمجھو تو چاہے وہ کتنا ہی غصہ کرتا تم کو ہرگز غصہ نہ آسکتا تھا۔ بس تم اس خیال فاسد کو اپنے دل سے نکال دو اور جیسا خدا نے تم کو بنا دیا ویسا ہی اپنے کو مرد سے چھوٹا سمجھو اور اس کے غصہ کے وقت زبان درازی کبھی نہ کرو۔

(حقوق البیت۔ ص ۱۵)

شوہر بیوی کا باہمی رتبہ اور درجہ

اے عورتو! تمہارا رتبہ لونڈی سے بھی کم ہے اس لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر خدا کے سوا کسی غیر کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اور یہ نہیں فرمایا کہ (اگر سجدہ کی اجازت غیر اللہ کے لیے ہوتی تو) باندی، لونڈی کو حکم دیتا کہ اپنے مولیٰ کو سجدہ کرے۔

معلوم ہوا کہ تمہارا مرتبہ (شوہر کے مقابلہ میں) لونڈی سے بھی کم ہے اور شوہر کا مرتبہ مالک سے بھی زیادہ ہے۔

مگر تمہاری حالت یہ ہے کہ خاوند سے دبنا عار (اور شرم کی بات) سمجھا جاتا ہے۔ تم ان احکام کو دین ہی نہیں سمجھتیں۔ دین کا بڑا شوق ہوگا تو وظائف اور سبحان اللہ الحمد للہ کی بہت سی تسبیح پڑھ ڈالیں گی۔ میں کہتا ہوں کہ وظائف کا مرتبہ تو ان سب سے پیچھے ہے۔ بڑی فضیلت اس میں ہے جس میں نفس کے خلاف ہو اور خاوند کی عظمت واحترام اور اطاعت نفس کے خلاف ہے اس لیے اس کی فضیلت زیادہ ہے۔ (اصلاح النساء حقوق الزوجین ص ۱۹۰)

شوہر بمنزلہ پیر کے ہے

پیر مریدنی کی اصلاح کیا کرتا ہے لیکن ان (عورتوں) کے لیے بیعت کا پیر کافی نہیں کیونکہ وہ ہر وقت کیسے ساتھ رہ سکتا ہے ان کے لیے تو بیعت (گھر کا پیر چاہیے یعنی گھر کا پیر جو گھر میں ہر وقت موجود ہے اور وہ کون ہے وہی گھر والا یعنی خاوند۔ یہ پیر اور (دوسرے) قسم کے پیروں سے بہتر اور افضل اور ان کے لیے زیادہ نفع بخش ہے اور اسی کا رتبہ بھی سب سے زیادہ ہے۔

یہ گھر کا پیر کیسا اچھا پیر ہے کہ دین کی درستی بھی کرتا ہے اور کھانے پینے کو بھی دیتا ہے۔ دین کا بھی ذمہ دار ہے اور دنیا کا بھی ہے۔ بیعت کے پیر میں یہ بات کہاں دنیا کا تو نفع ان سے کچھ ہے ہی نہیں بلکہ ان کو اور گھر سے نذرانے دینے پڑتے ہیں اور دین کا نفع بھی اتنا نہیں ہوسکتا جتنا خاوند سے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ پیر صاحب سے اتنا ہی ہوسکتا ہے کہ جب کبھی ان سے کچھ پوچھا جائے تو بتادیں گے یا کبھی ان کے پاس جانا ہوا تو کچھ اصلاح ہوجائے۔ سو اس کی نوبت برسوں میں کہیں آتی ہے خصوصاً عورتوں کے لیے اور خاوند تو ہر وقت پاس ہی موجود ہے وہ بات بات کی نگرانی کر سکتا ہے۔

اسی لیے میں نے کہا کہ ان کے لیے بجائے بیعت کے پیر کے بیت کا پیر سب سے افضل ہے۔

وہ بعض عورتوں کے لیے بجائے بیعت کے یہ (گھر کا) پیر بہت نافع ہے۔ یعنی جو عورتیں

مہذب اور شائستہ سمجھدار ہیں ان کے لیے تو بیت (گھر) کافی ہے اور جو عورتیں غیر مہذب اور کم سمجھ بدتمیز ہیں ان کے واسطے ہجر ([illegible]) کافی ہونا چاہیے جو اتنی ضرب ہے جس سے پٹائی ہوتی ہے۔ (التبلیغ ص ۱۰۱ ج ۷)

بیوی شوہر سے افضل ہوسکتی ہے یا نہیں؟ عورت کتنی ہی رتبہ والی ہو شوہر کی اطاعت ہر صورت میں لازم ہے

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مردوں کو عورتوں پر کلی اور اطلاقی فضیلت ہے اور عورت مرد کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔ یہ غلط ہے بلکہ بعض باتوں میں مرد کے برابر ہے اور بعض باتوں میں مرد سے بڑھ سکتی ہے یعنی اعمال میں نماز روزہ کر کے تو مرد سے زیادہ درجہ حاصل کر سکتی ہے۔

اور شریعت اللہ و رسول کے حکم کو کہتے ہیں تو یوں کہو کہ اللہ و رسول کے موافق خاوند کا حکم مانا جائے گا اور اس حکم میں سب عورتیں برابر ہیں جس عورت کا پیر نہ ہو تب بھی وہی کرنا چاہیے جو اللہ ورسول کا حکم ہو۔

خلاصہ یہ کہ اللہ و رسول کا حق بیشک خاوند کے حق سے زیادہ ہے باقی اور کسی کا حق خاوند سے زیادہ نہیں۔ مگر چونکہ اللہ و رسول کا حکم عوام کو خود نہیں معلوم ہوسکتا بلکہ علماء و مشائخ کے واسطے سے معلوم ہوتا ہے تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ احکام شریعہ اور دین کی باتوں میں پیر (علماء و مشائخ) کا حق خاوند سے زیادہ ہے۔

اور اگر خاوند کا حکم دین کے خلاف نہ ہو تو اب اس کے مقابلہ میں کسی کے حکم کو بھی ترجیح نہ ہوگی۔ خاوند کا حق سب سے زیادہ ہے۔ (التبلیغ ص ۱۱۰ ج ۷)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو عورت خاوند سے زیادہ دیندار ہو اس کو خاوند کی اطاعت اور تعظیم لازم نہ رہے گی۔ بلکہ خاوند کی اطاعت اور تعظیم ہر حال میں کرنا پڑے گی۔

کیونکہ فضیلت کی دو قسمیں ہیں ایک باعتبار زوجیت کے اس اعتبار سے عورت کو خاوند پر کسی طرح بھی فضیلت حاصل نہ ہوگی بلکہ اس حیثیت سے ہمیشہ خاوند ہی کو بیوی پر فضیلت ہے گو بیوی کے حقوق بھی شوہر پر ہیں۔ لیکن خاوند کو بہرحال فضیلت ہے۔

اور ایک فضیلت دین اور اعمال کے اعتبار سے ہے سو اس میں بیوی شوہر سے بڑھ سکتی ہے اور ممکن ہے کہ حق تعالیٰ کے یہاں اس کے حسنات اور درجات زیادہ ہوں کیونکہ اس کے عمدہ اعمال

پر ہے مگر اس فضیلت کی وجہ سے بیوی خاوند کی مخدومہ نہیں بن سکتی بلکہ خادمہ ہی رہے گی۔
(التبلیغ ص۱۳۹ ج ۷)

خدا اور رسول کے بعد سب سے زیادہ حق شوہر کا ہے

بیبیو! خوب سمجھ لو کہ دین کے کاموں اور شرعی احکام کے سوا باقی سب کاموں میں خاوند کا حق پیر سے زیادہ ہے۔ اگر خاوند کا حکم دین کے خلاف نہ ہو تو اب اس کے مقابلہ میں کسی کے حکم کو بھی ترجیح نہ ہوگی تو خاوند کا حق اللہ ورسول کے بعد سب سے زیادہ ہے۔

خاوند اگر ایک کام کا حکم کرے اور پیر اس کو اس لیے منع کرے کہ وہ شریعت کے خلاف ہے تو اس صورت میں تو خاوند کا حکم نہ مانا جائے گا۔ بلکہ پیر کا حکم مانا جائے گا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ شریعت کے حکم کو مانا جائے گا۔

شوہر کے اطاعت کی حدود اور اس کا ضابطہ

اگر عورت کا ہر معاملہ میں خاوند کی اطاعت کا حکم ہوتا تو بہت سے لوگ عبادت الٰہی سے محروم رہ جاتے جو انسان کی پیدائش کا اصل مقصد ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور ہم نے جنات اور انسانوں کو اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادت الٰہی مخلوق کی پیدائش کا اصلی مقصد ہے۔ لہٰذا ہر جگہ اس کو مقدم رکھا جائے۔ صحیح حدیث میں ہے" لا طاعتہ للمخلوق فی معصیتہ الخالق "(خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی کسی طرح تابعداری نہیں ہے۔) یعنی کسی مخلوق کا کسی قسم کا حکم ماننا جو خالق کے حکم کے خلاف ہو ہرگز جائز نہیں۔

(اگر کسی کے شوہر) کسی گناہ کا حکم دیں کہ فلاں گناہ کرو مثلاً فرمائیں کہ زکوۃ نہ دو یا (نماز نہ پڑھو) دینی تعلیم نہ کرو یا اور کوئی ایسی ہی بات کا حکم دیں تو اس صورت میں ان کا کہنا ماننا حرام ہے اور ان کی مخالفت فرض ہے جب کہ وہ کام ضروری ہو (یعنی فرض یا واجب یا سنت موکدہ ہو) جس سے وہ روکتے ہیں اور اگر کسی مستحب سے روکیں تو ان کے حکم کی تعمیل واجب ہے۔

(ازالۃ الرین عن حقوق الوالدین ص۳۲)

آج کل بہت جگہ عورتوں کو فیشن کا بہت اہتمام ہو گیا ہے دوسری قوموں کی وضع (شکل وشباہت) بناتی ہیں بعض جگہ عورتیں خود ایسا نہیں کرتیں مگر مرد ان عورتوں کو اس پر مجبور کرتے ہیں مگر سمجھ لیجئے "لا طاعتہ للمخلوق فی معصیتہ الخالق" کہ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔

پس عورتوں کو چاہیے کہ مردوں کے کہنے سے ایسا لباس ہرگز نہ پہنیں کیونکہ اس میں مردوں کے ساتھ (یا غیروں کے ساتھ) تشبہ ہے۔ (حقوق الزوجین: ص ۳۴۴)

خلاصہ یہ کہ جائز اور مکروہ تنزیہی امور میں اس کی اطاعت کرسکتی ہے اور فرض واجب وسنت مؤکدہ اس کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتی۔ (ازالۃ الرین)

شوہر کے حقوق کا ضابطہ

بیوی کوئی مباح (اور جائز) کام ایسا نہیں کرسکتی جس میں خاوند کی خدمت وغیرہ میں خلل پڑے۔ دنیا میں بیوی پر خاوند کا جتنا حق ہے اتنا کسی کا کسی پر نہیں۔ جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے (متعدد احادیث ماقبل میں گزرچکی ہیں) لیکن شوہر کے ہر حکم کا ماننا ضروری نہیں۔ ہاں شوہر کا وہ حکم جس کے نہ کرنے سے اسے تکلیف ہو، اس کی خدمت کا حرج ہو۔ یا کسی کام کے کرنے سے ایسا ہو تو ضروری ہے کہ ایسے امور میں (بشرطیکہ وہ امور خلاف شرع نہ ہوں) خاوند کی تابعداری کرے اور اس کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے اور کسی طرح اس کے حقوق میں کمی نہ کرے۔

(ازالۃ الرین)

بیوی کے ذمہ شوہر کے اہم ضروری حقوق

☆......بیوی کے ذمہ خاوند کی خدمت اور اس کی خواہش کو پورا کرنا لازم ہے اور فرض ہے۔

(ازالۃ الرین)

☆......ایک حق مرد کا یہ بھی ہے کہ اس کے پاس ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر نفل روزے نہ رکھا کرے اور اس کی اجازت کے بغیر نفل نماز نہ پڑھا کرے۔ (بہشتی زیور)

☆......ایک حق یہ ہے کہ میاں کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر کہیں نہ جائے نہ عزیز رشتہ دار کے گھر نہ کسی غیر کے گھر۔ (بہشتی زیور، ص ۳۸ ج۔۴)

☆......ایک حق اس کا یہ بھی ہے کہ اپنی صورت کو بگاڑ کر اور میلی کچیلی (گندی پھوہڑ) نہ رہا کرے بلکہ بناؤ سنگار سے رہا کرے یہاں تک کہ اگر مرد کے کہنے پر بھی عورت بناؤ سنگار نہ کرے تو مرد کو مارنے کا اختیار ہے۔

مردوں کو دیندار بنانا بھی عورتوں کی ذمہ داری ہے

عورتیں دینی حقوق میں ایک کوتاہی یہ کرتی ہیں مردکو جہنم کی آگ سے بچانے کا اہتمام نہیں

کرتیں یعنی اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتیں کہ مرد ہمارے واسطے حلال وحرام میں مبتلا ہے اور کمانے میں رشوت وغیرہ سے احتراز نہیں کرتا اس کو سمجھائیں کہ تم حرام آمدنی مت لیا کرو۔ ہم حلال ہی میں اپنا گزارا کرلیں گے۔ علیٰ ہٰذا (اسی طرح) اگر مرد نماز نہ پڑھتا ہو تو اس کو بالکل نصیحت نہیں کرتیں حالانکہ اپنی غرض کے لیے اس سے سب کچھ کرالیتی ہیں۔

اگر عورت مرد کو دیندار بنانا چاہے تو اس کو کچھ مشکل نہیں مگر اس کے لیے ضرورت اس کی ہے کہ پہلے تم دیندار بنو نماز اور روزہ کی پابندی کرو، پھر مرد کو نصیحت کرو تو ان شاء اللہ اثر ہوگا۔

اگر عورت ذرا بھی مضبوطی (اور ہمت) اختیار کرے تو مرد کو مجبوری حق بننا پڑے بہت سی مثالیں ایسی موجود ہیں کہ عورتوں نے مردوں پر زور دیا کہ اگر تم رشوت نہ چھوڑو گے (زکوٰۃ نہ دو گے نماز نہ پڑھو گے) تم ہم تمہاری کمائی نہیں کھائیں پئیں گے۔ ادھر مرد عورت کا عشق ومحبت کا) تعلق ادھر اس خلوص کی برکت اس مجموعہ کا اثر یہ ہوا کہ مردوں کو رشوت سے توبہ کرنا پڑی۔

(اصلاح انقلاب: ص ۱۸۴)

عورت کے ذمہ شوہر کے حقوق یہ ہیں

☆...... ہر امر میں اس کی اطاعت کرنا بشرطیکہ معصیت نہ ہو۔

☆...... اس کے مقدور (حیثیت) سے زیادہ نان نفقہ طلب نہ کرنا۔

☆...... اس کے اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دینا۔

☆...... اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلنا۔

☆...... اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے کسی کو کوئی چیز نہ دینا۔

☆...... اس کی اجازت کے بغیر نفل نماز نہ پڑھنا اور نفل روزہ نہ رکھنا۔

☆...... اگر صحبت کے لیے بلائے تو شرعی مانع (حالت حیض ونفاس) کے بغیر اس سے انکار نہ کرنا۔

☆...... اپنے خاوند (شوہر) کو اس کے افلاس (غربت) یا بدصورتی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا۔

☆...... اگر کوئی امر خلاف شرع خاوند میں دیکھے تو ادب سے منع کرنا۔

☆...... اس کا نام لے کر نہ پکارنا۔

☆...... کسی کے روبرو خاوند کی شکایت نہ کرنا۔

☆...... اس کے روبرو (آمنے سامنے) زبان درازی نہ کرنا۔

☆...... اس کے اقارب (رشتہ داروں) سے تکرار (لڑائی جھگڑا و بحث مباحثہ) نہ کرنا۔ (ومثل ذلک)

جانبین کے حقوق بہت ہیں اس وقت ذہن میں جو مستحضر تھے لکھ دیے۔

هذا ما اخذت من احياء العلوم وغيره۔ (امداد الفتاوی: ص ۱۸۶ سوال نمبر ۲۷۸)

شوہر بیوی کے حقوق کا خلاصہ

شوہر کے ذمہ یہ حقوق ہیں۔

☆......اپنی وسعت کے موافق اس کے نان ونفقہ میں دریغ نہ کرے۔

☆......اس کو دینی مسائل سکھلاتا رہے اور نیک عمل کی تاکید کرتا رہے۔

☆......اس کے محارم اقارب (قریبی رشتہ داروں) سے کبھی کبھی اس کو ملنے دیا کرے۔

☆......اس کی غلطیوں پر صبر وسکوت کرے اگر کبھی تنبیہ کی ضرورت ہو تو سط (یعنی اعتدال) کا لحاظ رکھے (زیادہ سختی نہ کرے)

بیوی کے ذمہ یہ حقوق ہیں

☆......اس کی اطاعت اور ادب وخدمت دلجوئی ورضا جوئی پورے طور سے بجالائے البتہ ناجائز امر میں عذر کردے۔

☆......اس کی گنجائش سے زیادہ اس پر فرمائش نہ کرے۔

☆......اس کا مال اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔

☆......اس کے رشتہ داروں کے ساتھ سختی نہ کرے جس سے شوہر کو رنج پہنچے۔ بالخصوص شوہر کے ماں باپ کو اپنا مخدوم (اور بڑا) سمجھ کر ادب وتعظیم) سے پیش آئے۔ (حقوق الاسلام: ص ۱۴)

شوہر کی اطاعت سے متعلق چند ضروری مسائل

خاوند کی موجودگی میں نفلی عبادت کا حکم

اگر خاوند مکان پر موجود ہو تو نفلی روزہ نماز اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے۔

اس لیے کہ شاید اس کی خدمت میں اس کی وجہ سے کوتاہی ہو جائے۔ ہاں اس کی اجازت سے پڑھے۔ حدیث شریف میں مکان موجود ہونے کی قید آئی ہے اگر باہر ہو (سفر وغیرہ میں) تو بغیر اجازت کے بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

اور اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو امور (باتیں) خاوند کے حقوق میں خلل انداز ہوں ان کا کرنا اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ (ازالۃ الرین عن حقوق الوالدین: ص ۸۴)

شوہر کی اجازت کے بغیر کسی بزرگ سے بیعت ہونا

شوہر کی اجازت کے بغیر کسی بزرگ سے بیعت ہونا جائز ہے۔ ہاں اگر کسی فساد کا اندیشہ ہو تو اس فساد کو رفع (ختم) کرنے کی وجہ سے یہ جائز ہے کہ بیعت نہ ہو۔ مثلاً خاوند منع کرے کہ تو بیعت نہ ہو اور وہ بیعت ہونا چاہتی ہے تو اگر باہمت ہو تو اللہ کے بھروسہ پر بیعت ہو جائے، لیکن اگر کوئی رنج یا تکلیف اس وجہ سے پیش آئے تو صبر کرے۔ ناشکری نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پیش آتی ہیں۔ آخرت میں ایسے لوگوں کا بڑا درجہ ہے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

شوہر کے حکم سے مکروہ تنزیہی کا ارتکاب

اور یہی حکم ان کاموں کا ہے جو مکروہ تنزیہی ہیں اور خاوند ان کے کرنے کو کہے (یعنی اگر باہمت ہو تو وہ کام نہ کرے ورنہ کر لے) اور اگر کسی گناہ کا حکم دیں کہ فلاں گناہ کرو (مثلاً یہ کہ زکوٰۃ نہ دو۔ (فرض نماز ادا نہ ادا کرو۔ نامحرموں سے پردہ نہ کیا کرو غیرہ وغیرہ) تو اس صورت میں ان کا کہنا ماننا حرام ہے اور ان کی مخالفت فرض ہے اور اگر کسی مستحب کام سے روکیں تو ان کے حکم کی تعمیل واجب ہے۔ (ازالۃ الرین)

کسی رشتہ دار یا ساس کی خدمت کرنے میں شوہر کی بات ماننا ضروری ہے یا نہیں؟

اگر شوہر اپنے رشتہ دار کا یا کسی غیر کا کوئی جائز کام اپنی عورت سے بغیر کسی مجبوری کے کروائے تو اس کا کرنا عورت کا ذمہ ضروری نہیں۔ مثلاً کسی کے لیے روٹی پکوائے۔ یا کپڑا سلوائے یا کوئی ایسا ہی کام کرائے۔ (البتہ) اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کرائے تو چونکہ اس کام کے نہ کرنے میں خاوند کو تکلیف ہوگی اس لیے ضروری ہے کہ کر دے۔ (ازالۃ الرین: ص ۳۹)

بعض آدمی اس کو بڑی سعادت مندی سمجھتے ہیں کہ بیوی کو اپنی ماں کا محکوم و مغلوب بنا کر رکھیں اور اس کی وجہ سے بیویوں پر بڑے بڑے ظلم ہوتے ہیں سو سمجھ لینا چاہیے کہ بیوی پر فرض نہیں کہ ساس کی خدمت کیا کرے۔ تم سعادت مند ہو تو خود خدمت کرو۔ خدمت کے لیے نوکر لاؤ۔

(اصلاح انقلاب: ص ۱۸۸، ج ۲)

عورت اپنی مرضی سے کسی اجنبی مرد کا کام کر سکتی ہے یا نہیں؟

اگر عورت کسی غیر محرم کا بغیر سخت مجبوری کے کپڑا سیئے تو اگر وہ شخص اچھا دیندار ہے اور کوئی فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو کوئی گناہ نہیں اور اگر وہ شخص بد دین اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو سینا درست نہیں بعض بد چلن لوگ سلائی (کڑھائی) دیکھ کر لذت حاصل کرتے ہیں۔ (ازالۃ الرین، ص ۴۹)

جائز موقع پر مال خرچ کرنے سے منع کرے تو اس کی اطاعت واجب نہیں

اگر خاوند عورت کے مملوک مال میں جائز موقع میں خرچ کرنے سے روکے تو عورت کو اس کے حکم کی تعمیل واجب نہیں جب کہ بغیر کسی شرعی وجہ کے روکے۔

لیکن یہ ضروری ہے کہ آپس میں فساد (اور نا اتفاقی) کرنا اچھا نہیں اس لیے حتی الامکان خوب موافقت سے رہنا چاہیے۔

بعض شوہر چونکہ دیندار نہیں ہوتے اس وجہ سے ایسے موقعوں پر مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ ایسے فساد (اور اختلاف) سے بچنے کے جائز اور مکروہ تنزیہی امور اطاعت کر سکتی ہے۔ ہاں فرض واجب و سنت مؤکدہ کو اس کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتی۔ (ازالۃ الرین، ص ۴۸)

ایک ضروری مسئلہ

خاوند اور بیوی کا مال شرعاً جدا جدا سمجھا جاتا ہے جس چیز کی خرید و فروخت اور ہر قسم کے تصرف کا حق بیوی کو حاصل ہو وہ مال اس کی ملک ہوگا اور جس مال پر اسی طرح شوہر کا تصرف ہو تو وہ مال شوہر کا ہے خلط ملط اور گڈ مڈ کرنے سے اگر مال نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو زکوۃ وغیرہ ساقط نہ ہوگی۔ پس اگر خاوند کہے کہ میرا اور تیرا ایک معاملہ ہے تو زکوۃ نہ ادا کر۔ تو ہرگز اس کی بات نہ مانے کیونکہ اس میں خدا کے حکم کی مخالفت ہے اور کسی مخلوق کی اطاعت اللہ کی مخالفت میں جائز نہیں لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں۔ (ازالۃ الرین، ص ۴۷)

شوہر کے واسطے زینت اختیار کرنا شوہر کا حق ہے

شریعت کا حکم ہے کہ عورت کو شوہر کے لیے خوب زیب و زینت کرنا چاہیے اس صورت میں اس کو زینت کرنے سے ثواب ملتا ہے۔

آج کل عورتوں کی یہ حالت ہے کہ شوہر کے سامنے تو بھنگنوں کی طرح (گندی میلی کچیلی)

رہتی ہیں اور کہیں برادری میں جاتی ہیں تو سر سے پیر تک آراستہ ہوتی ہیں اور اگر کوئی بیچاری شوہر کے خاطر زینت کرے تو اس کو بتاتی ہیں کہ ہائے اسے ذرا بھی حیاء وشرم نہیں یہ اپنے شوہر کے واسطے کیسے چوچلے کرتی ہے۔

افسوس جس جگہ زینت کا حکم تھا وہاں تو اس طعن ہوتا ہے اور جہاں ممانعت ہے وہاں اہتمام کیا جاتا ہے۔ جب شوہر زینت اختیار کرنے کو کہے تو دولہن کو خراب وخستہ رہنے کا کیا حق ہے۔

(خیر الارشاد والتبلیغ ص ۵۹، ج ۱۳)

عورتوں کی زبردست غلطی

یہ عجیب بات ہے کہ عورتیں گھر میں تو بھنگنوں اور ماماؤں (نوکرانیوں) کی طرح رہیں اور ڈولی (رکشا وغیرہ) آتے ہی بن سنور کر بیگم صاحب بن جائیں۔

ہر چیز کی کوئی غرض وغایت ہوتی ہے کوئی ان سے پوچھے کہ اچھے کپڑے پہننے کی غرض وغایت کیا ہے؟ صرف غیروں کو دکھانا ہی اس کی غرض وغایت ہے؟

تعجب ہے کہ جس کے واسطے یہ کپڑے بنے اور جس کے دام لگے اس کے سامنے تو کبھی نہ پہنے جائیں اور غیروں کے سامنے پہنے جائیں۔ یہ باتیں ذرا شرم کی ہیں۔ مگر ضرورت کی وجہ سے اصلاح کے لیے کہی جاتی ہیں۔

حیرت ہے کہ خاوند سے کبھی سیدھے منہ نہ بولیں کبھی اچھا کپڑا اس کے سامنے نہ پہنیں اور دوسرے کے گھروں میں جائیں تو شیریں زبان بھی بن جائیں اور کپڑے بھی ایک سے ایک بڑھ چڑھ کے پہن کر جائیں۔ کام آئیں غیروں کے اور دام لگیں خاوند کے یہ کون سا انصاف ہے؟

(دواء العیوب التبلیغ ص ۹۱، ج ۳)

ایک اہم فتویٰ

ماں باپ کی رعایت میں بیوی کو خرچ نہ دینے یا ان کو تنگ کرنے کا شرعی حکم جو امر شرعاً واجب ہو اور ماں باپ اس سے منع کریں اس میں ان کی اطاعت جائز بھی نہیں واجب ہونے کا تو کیا احتمال۔ مثلاً اس شخص کے پاس مالی وسعت اس قدر کم ہے کہ اگر ماں باپ کی خدمت کرے تو بیوی بچوں کو تکلیف ہونے لگے تو اس شخص کو جائز نہیں کہ بیوی بچوں کو تکلیف دے اور ماں باپ پر خرچ کرے۔

اور مثلاً بیوی کا حق ہے کہ وہ شوہر کے ماں باپ سے جدا رہنے کا مطالبہ کرے۔ پس اگر وہ

اس کی خواہش کرے اور ماں باپ اس کو ساتھ رکھنا چاہیں تو شوہر کو جائز نہیں کہ اس حالت میں بیوی کو ان کے ساتھ رکھے۔ بلکہ واجب ہوگا کہ اس کو جدا رکھے۔ (امداد الفتاویٰ)

عورت کو گھر میں اپنے شوہر کے سامنے کیسے رہنا چاہیے

ایک بزرگ عورت اللہ کی مقبول بندی کی حکایت

ایک بزرگ بی بی کا قصہ ہے کہ وہ ہر رات کو عشاء کی نماز کے بعد خوب زینت کرتیں، عمدہ لباس پہنتیں، زیورات سے آراستہ ہو کر کنگھی سرمہ لگاتیں اور اس حالت میں شوہر کے پاس آ کر ان سے دریافت کرتیں کہ آپ کو میری حاجت ہے؟ اگر وہ کہتے کہ ہاں تو ان کے پاس کچھ دیر لیٹ جاتیں اور اگر وہ کہتے کہ مجھے حاجت نہیں تو پھر کہتیں کہ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنے خدا کے ساتھ مشغول ہوں۔ چنانچہ شوہر کی اجازت کے بعد وہ اپنا لباس اور زیور وغیرہ اتار کر رکھ دیتیں اور سادہ لباس پہن کر تمام رات عبادت کرتیں۔

دیکھیے یہ بزرگ بی بی ایک وقت میں کیسی زینت کرتیں اور دوسرے وقت کمبل اور ٹاٹ میں رہتیں۔ اب اگر کوئی زینت کے وقت ان کو دیکھتا تو یہی کہتا کہ یہ کیسی بزرگ ہیں جو اس قدر زیب و زینت کا اہتمام کرتی ہیں، مگر کسی کو کیا خبر کہ وہ کس لیے زینت کرتی تھیں وہ نفس کی خواہش کے لیے ایسا نہ کرتی تھیں چونکہ شریعت کا حکم ہے کہ عورت کو شوہر کے لیے خوب زیب و زینت کرنا چاہیے (اس لیے کرتی تھیں) اس صورت میں اس کو زینت کرنے سے ثواب ملتا ہے۔

وہ بزرگ بی بی حکم شرعی کے تابع تھیں جہاں شریعت کا حکم تھا وہاں خوب زینت کرتیں کیونکہ جب شوہر زینت کو کہے تو دولہن کو خستہ خراب رہنے کا کیا حق ہے۔ مگر جب شوہر کو کچھ غرض نہ ہوتی تو وہ اپنے نفس کے لیے زینت کا اہتمام نہ کرتی تھیں کاملین (اللہ والے) زینت اور ترک زینت میں حکم کے تابع ہوتے ہیں وہ اپنے نفس کے لیے کچھ نہیں کرتیں۔ (التبلیغ ص ۵۹، ج ۱۴)

باب:۲۰

اپنے شوہر کے ساتھ نباہ کا طریقہ اور ضروری دستور العمل

عورت کے لیے ضروری ہدایات اور نصیحتیں

سمجھدار بیویوں کو تو کچھ بتلانے کی کوئی ضرورت نہیں وہ خود اس ہر بات کے نیک و بد (اچھا برا ہونے) کو دیکھ لیں گی۔ لیکن پھر بھی ہم بعض ضروری باتیں بیان کرتے ہیں۔ جب تم ان کو خوب سمجھ لو گی تو اور باتیں بھی اسی سے معلوم ہو جایا کریں گی۔ (بہشتی زیور ص ۴۹ ج ۴)

اتحاد و اتفاق اور اطاعت و فرمانبرداری کی ضرورت

خوب سمجھ لو میاں بیوی کا ایسا رشتہ ہے کہ ساری عمر اسی میں بسر کرنا ہے۔ اگر دونوں کا دل ملا رہا تو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور اگر خدانخواستہ دلوں میں فرق آ گیا تو اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے شوہر کا دل ہاتھ میں لیے رہو اور اس کے آنکھ کے اشارے پر چلا کرو۔ اگر وہ حکم کرے کہ رات بھر ہاتھ باندھے کھڑی رہو تو دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی تکلیف گوارا کر کے آخرت کی بھلائی اور سرخروئی حاصل کرو۔ کسی وقت کوئی بات ایسی نہ کرو جو اس کے مزاج کے خلاف ہو۔ اگر وہ دن کو رات بتائے تو تم بھی دن کو رات بتانے لگو۔ (بہشتی زیور)

شوہر کے مزاج کی رعایت اور اس کے ادب و احترام کی ضرورت

ہر وقت مزاج دیکھ کر بات کرو۔ اگر دیکھو کہ اس وقت ہنسی اور دل لگی میں خوش ہے تو ہنسی اور دل لگی کرو اور نہیں تو ہنسی دل لگی نہ کرو جیسا مزاج دیکھو ویسی بات کرو۔

اور خوب سمجھ لو کہ میاں بیوی کا تعلق خالی خولی محبت کا نہیں ہوتا بلکہ محبت کے ساتھ میاں کا ادب کرنا بھی ضروری ہے۔ میاں کو اپنے برابر اور ہمجولی سمجھنا بڑی غلطی ہے۔

شوہر سے ہرگز کوئی کام مت لو۔ اگر وہ محبت میں آ کر کبھی ہاتھ پاؤں دبانے لگے تو تم نہ دبوانے دو بھلا سوچو اگر تمہارا باپ ایسا کرے تو کیا تم کو گوارا ہو گا؟ پھر شوہر کا رتبہ تو باپ سے بھی زیادہ ہے۔ اٹھنے بیٹھنے میں بات چیت کرنے میں غرض کہ ہر بات میں ادب و تمیز کا خیال رکھو۔
(بہشتی زیور ص ۴۰)

شوہر کی حیثیت سے زیادہ کسی چیز کی فرمائش نہ کرو

شوہر کی حیثیت سے زیادہ خرچ نہ مانگو جو کچھ ملے اپنا گھر سمجھ کر چٹنی روٹی کھا کے بسر کرلو۔ اگر کبھی کوئی کپڑا یا زیور پسند آیا تو اگر شوہر کے پاس خرچ نہ ہو تو اس کی فرمائش نہ کرو نہ اس کے نہ ملنے پر حسرت (افسوس) کرو بالکل منہ سے بھی نہ نکالو۔ خود سوچو اگر تم نے کہا تو وہ اپنے دل میں کہے گا کہ اس کو ہمارا کچھ خیال نہیں کہ ایسی بے موقع فرمائش کرتی ہے۔

بلکہ شوہر اگر مالدار ہو تب بھی جہاں تک ہو سکے خود کسی بات کی فرمائش ہی نہ کرو۔ بلکہ وہ خود پوچھے کہ تمہارے واسطے کیا لائیں تو خیر بتلادو۔ (لیکن از خود فرمائش نہ کرو کیونکہ فرمائش کرنے سے آدمی نظروں سے گھٹ جاتا ہے اور اس کی بات کی بیٹی ہو جاتی ہے۔ (بہشتی زیور ص ۳۹)

شوہر کے سفر سے واپسی میں ضروری ہدایات وآداب

(تمہارے شوہر) جب کبھی پردیس سے (یعنی سفر سے) واپس آئیں تو مزاج پوچھو خیریت دریافت کرو کہ وہاں کس طرح رہے، تکلیف تو نہیں ہوئی۔ ہاتھ پاؤں پکڑلو کہ تھک گئے ہوں گے۔ بھوکا ہو تو روٹی پانی کا انتظام کرو۔ گرمی کا موسم ہو تو پنکھا جھل کر ٹھنڈا کرو۔ غرض یہ کہ اس کی راحت وآرام کی باتیں کرو۔ روپے پیسے کی باتیں ہرگز نہ کرنے لگو۔ کہ ہمارے واسطے کیا لائے۔ کتنا خرچ لائے۔ خرچ کا ہوا (بیگ، کہاں ہے۔ دیکھیں کتنا ہے؟ جب وہ خود دیں تو لے لو۔ یہ حساب نہ پوچھو کہ تنخواہ تو بہت ہے اتنے مہینے میں بس اتنا ہی لائے تم بہت خرچ کر ڈالتے ہو۔ کیا کر ڈالا۔ کبھی خوشی کے وقت سلیقے کے ساتھ باتوں باتوں میں پوچھ لو تو خیر اس کا کچھ حرج نہیں۔

(بہشتی زیور ص ۴۰)

شوہر کے لائے ہوئے سامان کی قدر ومنزلت اور ناشکری کی مذمت

اگر (تمہارا شوہر) تمہارے لیے کوئی چیز لائے تو پسند آئے یا نہ آئے ہمیشہ اس پر خوشی ظاہر کرو۔ یہ نہ کہو کہ یہ چیز بری ہے ہم کو پسند نہیں ہے۔ اس سے اس کا دل ٹوٹ جائے گا اور پھر کبھی کچھ لانے کو جی نہ چاہے گا۔

اور اگر اس کی تعریف کر کے خوشی سے لے لو گی تو دل اور بڑھے گا اور پھر اس سے زیادہ چیز لائے گا۔

کبھی غصہ میں آکر خاوند کی ناشکری نہ کرو اور یوں نہ کہنے لگو کہ اس گھر میں آکر میں نے دیکھا

کیا بس ساری عمر مصیبت بھری اور تکلیف ہی سے کٹی میرے باپ دادا نے میری قسمت پھوڑ دی مجھے ایسی مصیبت میں پھنسا دیا۔ ایسی آگ جھونک دیا۔

ایسی باتوں سے پھر دل میں جگہ نہیں رہتی حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں نے دوزخ میں عورتیں بہت دیکھیں کسی نے پوچھا، یا رسول اللہ! دوزخ میں عورتیں کیوں زیادہ جائیں گی۔؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ لعنت بہت کیا کرتی ہیں۔ تو خیال کرو یہ ناشکری کتنی بری چیز ہے۔" (بہشتی زیور، ص۳۹)

گھر اور شوہر کے سامان کی نگہداشت تہذیت وسلیقہ کی ضرورت

شوہر کی چیزوں کو خوب سلیقہ اور تہذیب سے رکھو۔ رہنے کا کمرہ صاف رکھو گندہ نہ ہو۔ بستر میلا کچیلا نہ ہو۔ شکن نکال ڈالو۔ تکیہ میلا ہو گیا ہو تو غلاف بدل ڈالو نہ ہو تو سی ڈالو۔

جب خود اس نے کہا اور اس کے کہنے پر تم نے کیا تو اس میں بات کیا رہی۔ لطف تو اسی میں ہے کہ بغیر کہے ہوئے سب چیزیں ٹھیک کر دو۔ جو چیزیں تمہارے پاس رکھی ہوں ان کی حفاظت سے رکھو۔ کپڑے ہوں تو تہہ کر کے رکھو۔ یوں ہی ادھر ادھر نہ ڈالو۔ تمیں قرینہ سے رکھو۔ کبھی کسی کام میں حیلہ حوالہ نہ کرو۔ نہ کبھی جھوٹی باتیں بناؤ کہ اس کی وجہ سے اعتبار جاتا رہتا ہے پھر کبھی سچی بات کا بھی یقین نہیں آتا۔ (بہشتی زیور، ص۴۱)

ضد اور ہٹ دھرمی اور بدزبانی سے احتراز

کم عقلی اور انجام نہ سوچنے کی وجہ سے بعض بیویاں ایسی باتیں کر بیٹھتی ہیں جس سے مرد کے دل میں میل آجاتا ہے کہیں بے موقع زبان چلا دی۔ کوئی طعن وتشنیع کی کہہ ڈالی۔ غصہ میں جلی کٹی باتیں کہہ دیں کہ خواہ مخواہ سن کر برا لگے۔ پھر جب اس کا دل پھر گیا تو روتی پھرتی ہیں۔

یہ خوب سمجھ لو کہ دل پر میل آجانے کے بعد اگر دو چار دن میں تم نے کہہ سن کر منا بھی لیا تب بھی وہ بات نہیں رہتی جو پہلے تھی۔ پھر ہزار باتیں بناؤ عذر معذرت کرو لیکن جیسا پہلے دل صاف تھا اب ویسی محبت نہیں رہتی۔ جب کوئی بات ہوتی ہے تو یہی خیال آجاتا ہے کہ یہ وہی ہے جس نے فلانے فلانے دن ایسا کہا تھا اس لیے اپنے شوہر کے ساتھ خوب سوچ سمجھ کر رہنا چاہیے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خوشی ہو اور تمہاری دنیا آخرت دونوں درست ہوں۔

دیکھو کبھی کسی بات پر ضد اور ہٹ دھرمی نہ کرو اور اگر کوئی بات تمہارے خلاف بھی ہو تو اس

وقت جانے دو۔ پھر کسی دوسرے وقت مناسب طریقہ سے طے کر لینا۔

اگر میاں کے یہاں تکلیف سے گزرے تو کبھی زبان پر مت لاؤ ہمیشہ خوشی ظاہر کرتی رہو تا کہ مرد کو رنج نہ پہنچے اور تمہارے اس نباہ کرنے سے اس کا دل تمہاری مٹھی میں ہو جائے۔

(بہشتی زیور ص ۳۹ ح ۴)

شوہر کے غصہ اور ناراضگی میں عورت کو کیا کرنا چاہیے؟

(تمہارا شوہر اگر) کسی بات پر تم سے خفا ہو کر روٹھ گیا ہو تو تم بھی منہ پھلا کر نہ بیٹھ رہو بلکہ خوشامد کر کے عذر معذرت کر کے ہاتھ جوڑ کے جس طرح بنے اس کو منانا چاہیے تمہارا قصور نہ ہو شوہر ہی کا قصور ہو تب بھی تم ہرگز نہ روٹھو اور ہاتھ جوڑ کر قصور معاف کرانے کو اپنا فخر اور اپنی عزت سمجھو۔

اور اگر خود تمہارا ہی قصور ہو تو ایسے وقت خفا ہو کر اینٹھ بیٹھنا تو اور بھی پوری بے وقوفی اور نادانی ہے۔ ایسی باتوں سے دل پھٹ جاتا ہے۔

شوہر کو اگر کسی بات پر غصہ آگیا ہو تو ایسی بات مت کہو کہ غصہ اور زیادہ ہو جائے۔

اور اگر غصہ میں بھی کچھ برا بھلا کہے تو تم ضبط (برداشت) کرو اور بالکل جواب نہ دو چاہے وہ کچھ کہے تم چپکی بیٹھی رہو۔ غصہ اترنے کے بعد دیکھنا خود شرمندہ ہوگا اور تم سے کتنا خوش رہے گا اور پھر کبھی ان شاء اللہ تعالیٰ تم پر غصہ نہ ہوگا اور اگر تم بھی بول اٹھیں تو بات بڑھ جائے گی پھر نہ معلوم نوبت کہاں تک پہنچے۔ (بہشتی زیور ص ۴۱)

شوہر کا اگر کسی اجنبی لڑکی یا عورت سے غلط تعلق ہو

ذرا ذرا سے شبہ پر تہمت مت لگاؤ کہ تم فلانی کے ساتھ محبت کیا کرتے ہو، وہاں زیادہ جایا کرتے ہو، وہاں بیٹھا کیا کرتے ہو۔

ہاں اگر مرد بے قصور ہو تو تم خود ہی سوچو کہ اس کو کتنا برا لگے گا اور اگر سچ مچ اس کی عادت ہی خراب ہے تو یہ خیال کرو کہ تمہارے شور کرنے بکنے جھکنے سے کوئی دباؤ ڈال کر زبردستی کرنے سے تمہارا ہی نقصان ہے۔ اپنی طرف سے دل میلا کرنا ہو تو کر لو ان باتوں سے کہیں عادت چھوٹتی ہے؟ عادت چھڑانا ہو تو عقل مندی سے رہو تنہائی میں چپکے سے سمجھاؤ۔ جس دن سے میاں کو اللہ نے ہدایت دی اسی دن سے بس بیوی کے غلام ہی ہو جائیں گے اور اگر سمجھانے اور تنہائی میں غیرت دلانے سے بھی عادت نہ چھوٹے تو خیر صبر کر کے چپکی رہو۔ لوگوں کے سامنے

گالی مت بھرو اور اس کو رسوا نہ کرو۔ نہ گرم ہو کر اس کو زیر کرنا چاہو کہ اس میں اور زیادہ ضد ہو جاتی ہے اور غصہ میں آ کر اور زیادہ کرنے لگتا ہے۔ اگر غصہ کرو گی اور لوگوں کے سامنے بک جھک کر کے رسواء کرو گی تو جتنا تم سے بولتا تھا اتنا بھی نہ بولے گا۔ پھر اس وقت روتی پھرو گی۔ (بہشتی زیور)

شوہر کو تابع کرنی کی تدبیر

یہ خوب یاد رکھو کہ مردوں کو خدا نے شیر بنایا ہے دباؤ اور زبردستی سے ہرگز تابع نہیں ہو سکتے ان کے زیر کرنے (اور تابع کرنے) کی بہت آسان ترکیب خوشامد اور تابعداری ہے۔ ان پر غصہ کر کے دباؤ ڈالنا بڑی غلطی اور نادانی ہے اگرچہ اس کا انجام ابھی سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن جب فساد کی جڑ پڑ گئی تو کبھی نہ کبھی ضرور اس کا خراب نتیجہ پیدا ہوگا۔ (بہشتی زیور: ص ۴۱)

سسرال میں رہنے کا طریقہ

خاندان کے ساتھ مل جل کر رہو۔ اپنا معاملہ شروع سے ادب و لحاظ کا رکھو چھوٹوں پر مہربانی اور بڑوں کا ادب کیا کرو۔ اپنا کوئی کام دوسروں کے ذمہ نہ رکھو اور اپنی کوئی چیز پڑی نہ رہنے دو کہ فلانی اس کو اٹھالے گی جو کام ساس، نند کرتی ہیں تم اس کے کرنے سے عار نہ کرو۔ تم خود بے کہے ان سے لے لو اور کر دو۔ اس سے ان کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا ہو جائے گی۔ جب دو آدمی چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں تو ان سے الگ ہو جاؤ اور اس کی ٹوہ مت لگاؤ کہ آپس میں کیا باتیں ہوتی تھیں اور خواہ مخواہ یہ خیال نہ کرو کہ ہماری باتیں ہوتی ہوں گی۔

یہ بھی ضرور خیال رکھو کہ سسرال میں بے ادبی سے مت رہو اگرچہ نیا گھر نئے لوگ ہونے کی وجہ سے جی نہ لگے، لیکن جی کو سمجھانا چاہیے نہ کہ وہاں رونے بیٹھ گئیں۔

اور جب دیکھو بیٹھی رو رہی ہیں۔ جانے دیر نہیں ہوئی اور آنے کا تقاضہ شروع کر دیا۔

بات چیت میں خیال رکھو نہ تو آپ ہی آپ اتنا بک بک کرو جو بری لگے۔ نہ اتنی کم کہ خوشامد کے بعد بھی نہ بولو کہ یہ بھی برا اور غرور سمجھا جاتا ہے اگر سسرال میں کوئی بات بری اور ناگوار لگے تو میکے میں آ کر چغلی اور شکایت نہ کرو۔ سسرال کی ذرا ذرا سی بات آ کر ماں سے کہنا اور ماں کا کھود کھود کر پوچھنا بڑی بری بات ہے اسی سے لڑائیاں ہوتی ہیں جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

اگر شوہر کے ماں باپ زندہ ہوں اور وہ روپیہ پیسہ سب ان ہی کو دے تمہارے ہاتھ پر نہ رکھے تو کچھ برا نہ مانو۔ بلکہ اگر تم کو دے بھی تب بھی عقلمندی کی بات یہ ہے کہ تم اپنے ہاتھ میں نہ

لو اور یہ کہو کہ ان ہی کو دیں تاکہ ان کا دل میلا نہ ہو اور تم کو برا نہ کہیں کہ بہو نے لڑکے کو اپنے پھندے میں کر لیا۔ (بہشتی زیور، ص ۳۰)

ساس و نندوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق اور حسن سلوک

قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے نسب کے ساتھ علاقہ مصاہرۃ (سسرالی رشتہ) کو بھی ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ساس اور سسر کا بھی کسی قدر حق ہوتا ہے۔ اس لیے ان تعلقات میں بھی احسان و اخلاق کی رعایت کسی قدر خصوصیت کے ساتھ رکھنا چاہیے۔ (حقوق الاسلام، ص ۱۵)

جب تک سسر اور ساس زندہ رہیں ان کی خدمت کو ان کی تابعداری کو فرض جانو اسی میں اپنی عزت سمجھو اور ساس نندوں سے الگ ہو کر رہنے کی ہرگز فکر نہ کرو کہ ساس نندوں سے بگاڑ ہو جانے کی یہی جڑ ہے۔ خود سوچو کہ ماں باپ نے اس کو پالا پوسا اور اب بڑھاپے میں اس آسرے پر اس کی شادی (بیاہ) کیا کہ ہم کو آرام ملے اور جب بہو آئی تو گھر آتے ہی یہ فکر کرنے لگی کہ میاں آج ہی سے ماں باپ کو چھوڑ دیں۔ پھر جب ماں کو معلوم ہوتا ہے یہ بیٹے کو ہم سے چھوڑاتی ہے تو فساد پھیلتا ہے۔ (بہشتی زیور، ص ۳۱)

(لیکن یہ سب اخلاقی تعلیم ہے ورنہ شرعاً عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی ساس وسسر سے علیحدہ رہنے کا مطالبہ کرے اور شوہر اس کا مطالبہ کا پورا کرنا لازم ہے۔ بلکہ ساتھ رہنے میں اگر نا اتفاقی کا ظن غالب ہو جیسا کہ آج کل عموماً ہوتا ہے۔ اس وقت اخلاق کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ علیحدہ ہی رہائش اختیار کی جائے۔ مزید تفصیل باب ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

---☆☆☆☆☆---

باب: ۷

عورتوں کی باہم لڑائیاں

عورتوں کی نااتفاقی (اور باہم لڑائیاں) شدید تو نہیں ہوتیں مگر مدید (لمبی ہوتی ہیں کہ ان میں آپس میں کشیدگی ہوتی ہے تو زمانہ دراز تک اس کا سلسلہ چلتا ہے۔

نیز ان میں ایک بری عادت ایسی ہے کہ جب کسی بات پر لڑائی ہوگی تو پہلے گڑھے مردے اکھیڑے جاتے ہیں۔ مردوں میں یہ مرض کم ہے مگر عورتیں جن باتوں کی صفائی کر چکتی ہیں۔ دوبارہ لڑائی کے موقع پر پہلی باتوں کو پھر دہراتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس وقت کا معاملہ اگرچہ ہلکا بھی ہو تو پہلی باتوں کی یاد دہانی سے سنگین ہو جاتا ہے۔ خصوصاً جب کہ یاد دہانی بھی دل خراش الفاظ سے ہو۔ جس میں عورتوں کو خاص ملکہ حاصل ہے۔ طعن کے موقع پر اپنے احسان کو بھی ایسے عنوان سے جتلاتی ہیں کہ دوسرے کا کلیجہ پاش پاش ہو جائے۔ (الانسداد للفساد: ص ۳۲۶)

مردوں، عورتوں کے غصہ اور لڑائی کا فرق

مردوں کے مزاج میں حرارت ہوتی ہے اس واسطے ان کی ناراضگی (اور غصہ) کا اثر مارنے پیٹنے چلانے وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے اور عورتوں کی فطرت میں حیا و بر ودت رکھی گئی ہے۔ اسی واسطے اس ناراضی کا اثر نہیں ہوتا ہے۔ ورنہ درحقیقت اس ناراضی میں عورتیں مردوں سے کچھ کم نہیں۔ بلکہ زیادہ ہیں۔ ان کو ایسے موقع پر بھی غصہ آجاتا ہے جہاں مردوں کو نہیں آتا کیونکہ ان کی عقل میں نقصان ہے۔ تو ان کے غصہ کے مواقع بھی زیادہ ہیں۔ اس کے علاوہ چیخنے چلانے کی نسبت میٹھا غصہ دیرپا ہوتا ہے اور چیخنے چلانے کی غصہ ابال کی طرح سے اٹھ کر دب جاتا ہے اور میٹھا غصہ دل کے اندر جمع ہوتا ہے اس کو کینہ کہتے ہیں۔ کینہ کا منشاء غصہ ہے۔ سو ایک عیب تو وہ غصہ تھا اور دوسرا عیب یہ کینہ۔ تو میٹھے غصہ میں دو عیب ہیں۔ کینہ میں ایک عیب اور ہے کہ جب غصہ نکلا نہیں تو اس کا غبار دل میں بھرا رہتا ہے اور بات بہانہ اور رنجیدگیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں تو کینہ صرف ایک گناہ نہیں ہے بلکہ بہت سے گناہوں کی جڑ ہے اور کینہ میٹھے غصہ میں ہوتا ہے۔

اور میٹھا غصہ عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے تو عورتوں کا غصہ ہزاروں گناہوں کا سبب ہے مردوں کا غصہ ایسا نہیں ہے مردوں کا غصہ جوشیلا اور عورتوں کا غصہ میٹھا ہے۔

(غوائل الغضب: ص ۳۲)

عورتوں کی لڑائی کرانے کی عادت

عورتیں غیبت کرتی ہیں خود بھی حکایت شکایت کرتی ہیں اور دوسروں سے بھی سنتی ہیں اور اس کی جستجو میں رہتی ہیں۔ کوئی عورت باہر سے آئی اور پوچھنا شروع کیا کہ فلاں مجھ کو کیا کہتی تھی گویا منتظر ہی تھیں۔ آنے والی نے کہہ دیا کہ یوں یوں کہتی تھی بس پھر تو چل باندھ لیا۔ خوب سمجھ لو کہ اس غیبت سے نااتفاقی ہو جاتی ہے آپس میں عداوت قائم ہو جاتی اس کے علاوہ غیبت کرنا اور اس کا سننا خود بڑا گناہ بھی ہے کلام اللہ میں اس کی بڑی مذمت آئی ہے۔　(حقوق الزوجین: ص ۳۳۲)

عورتوں کی وجہ سے مردوں میں لڑائی

(بھی عورتوں کی لڑائی) کا فساد شدید بھی ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ یہ اپنے آپس کے تکرار اور لڑائیوں کو مردوں سے بیان کر دیتی ہیں کہ فلانی نے مجھے یوں کہا اور تجھے یوں کہا۔ مردوں میں حرارت ہوتی ہے ان پر زیادہ اثر ہوتا ہے پھر یہ بات ہی تک نہیں رہتی بلکہ ہاتھ سے بھی بدلہ لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے (قتل اور) خون تک ہو جاتے ہیں۔　(الانسداد: ص ۳۴۷)

عورتوں کی بری عادت اور گھریلو لڑائیاں

عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ ایک ذرا سا بہانہ مل جائے اس کو مدتوں تک نہ بھولیں گی اور اس کی شاخ میں شاخ نکالتی چلی جائیں گی ان کا کینہ کسی طرح نکلتا ہی نہیں۔ کوئی گھر ایسا نہیں جس کی عورتیں اس میں مبتلا نہ ہوں۔ ماں بیٹی آپس میں لڑتی ہیں، ساس بہو آپس میں لڑتی ہیں اور دیورانی جیٹھانی تو پیدا ہی اس لیے ہوتی ہیں (کہ لڑائی کریں)۔

اور دیکھا جائے تو ان لڑائیوں کی بنیاد صرف اوہام پر ہوتی ہے کسی کے بارے میں ذرا سا شائبہ ہوا اور اس پر حکم لگا کر لڑائی شروع کر دی دوسری نے جب کوئی لڑائی دیکھی تو شبہ کی اور زیادہ گنجائش ہے ادھر سے سیر بھر لڑائی تھی ادھر سے پانچ سیر بھر ہو تا کچھ بات ہی نہیں اور جب اصل بات کی تحقیق کی جائے تو بات کیا نکلتی ہے کہ فلانی نے کہا تھا کہ وہ بی بی (عورت) تمہاری شکایت کر رہی تھیں۔ سننے والی کہتی ہے کہ میری جالا ہی (نقل کرنے والی عورت پڑوسن) بہت ایماندار ہے بے سے اس نے کبھی نہیں کہا ہوگا۔

گھروں میں ہمیشہ لڑائی ایسی ہی باتوں پر ہوتی ہے۔ کسی خدا کی بندی کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ جب شکایت سنے تو اس بیچ کے واسطے کو قطع کر کے خود اس شکایت کرنے والی سے پوچھ لیں کہ تم نے میری شکایت کی ہے؟

مسنون طریقہ بھی یہی ہے کہ اگر کسی سے کچھ شکایت دل میں ہو تو اس شخص سے ظاہر کر دے کہ تمہاری طرف سے میرے دل میں شکایت ہے اس شخص سے اس کا جواب مل جائے گا اور اگر وہ شکایت غلط فہمی بالکل دفعیہ ہو جائے گا۔

اور سنی سنائی باتوں پر اعتبار کر لینا اور اس پر کوئی حکم لگا دینا بالکل نصوص (شریعت) کے خلاف اور جہالت ہے اسی موقعہ کے لیے قرآن شریف میں موجود ہے۔

اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

"بدگمانیوں سے بچو بیشک بہت سی بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔"

اور ارشاد ہے اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ یعنی (بدگمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے)۔

ہم نے تو تجربہ سے تمام عمر دیکھا کہ سنی ہوئی بات شاید بھی سچ نکلی ہو۔ ایک شخص کا قول ہے کہ ایسے واقعات کی روایتیں کہ جن سے راوی (نقل کرنے والے) کا کچھ ذاتی تعلق بھی نہ ہو اور راوی بھی ایسا ہو کہ جھوٹ کا عادی نہ ہو تب بھی جب بھی دیکھا گیا اور تحقیق کی گئی تو تمام باتوں میں چوتھائی بات بھی سچ نہیں نکلی اور ان باتوں کی روایت کا تو پوچھنا ہی کیا جن میں راوی کی ذاتی غرض بھی شامل ہو۔

خانہ جنگیاں (گھریلو لڑائیاں) جہاں کہیں ہیں وہ سب ان ہی بھنگنوں کمہاروں وغیرہ (اس جیسی عورتوں) کی روایتوں کی بناء پر ہیں کہ اصلیت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ کچھ حاشیئے اس پر روایت کرنے والی لگاتی ہیں۔ اس سے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ فلانی ہماری مخالف ہے بس اس خیال و وہم سے کچھ حاشیئے (مزید باتیں اور بدگمانی) یہ سننے والی لگا لیتی ہیں بس اچھی خاصی لڑائی ٹھن جاتی ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے جنگل میں آدھی رات کے وقت اکیلا ہو اور اسی کو شیر کا خوف ہو تو جب وہ ایک طرف کو دھیان جماتا ہے تو کوئی درخت اسے شیر معلوم ہونے لگتا ہے۔

پھر جب خیال کو ترقی ہوتی ہے تو اسی خیالی صورت میں ہاتھ پیر بھی نظر آنے لگتے ہیں اور سچ مچ کا شیر بن جاتا ہے حالانکہ واقع میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ صرف وہم کی کارگزاری ہوتی ہے۔ اس طرح سنی سنائی باتوں میں نفس اختراع کرتا ہے کہ اول تو کچھ آمیزش نقل کرنے والے سے شروع ہوتی ہے پھر جس کے سامنے وہ خبر بیان کی گئی وہ پہلے سے عیب جوئی کے لیے تیار ہوتی ہے۔ ذرا سا بہانہ پا کر سب اگلی پچھلی باتوں کو تازہ اور خیالات کو واقعات (اور حقیقت) پر محمول کر لیتی ہیں۔ اب بنی بنائی شکایت موجود ہوتی ہے۔ (غوائل الغضب: ص ۲۲۴)

عورتوں کی تو دیکھی ہوئی باتیں بھی اس قابل نہیں کہ ان کو سچ کہا جائے اکثر عورتیں اپنی دیورانی جیٹھانی وغیرہ سے اپنی چشم دید باتوں پر ناراض رہتی ہیں اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جس بات پر تم ناراض ہو وہ بات یوں ہے تم نے غلط سمجھا تو کہتی ہیں کہ کیا میں بچی ہوں کیا میں سمجھتی نہیں۔ فلاں کام میرے ہی چڑانے کے لیے کیا گیا تھا پھر لاکھ سمجھائے لیکن اس غلط کی جو جڑ اپنے ذہن سے گھڑی ہے ہی رہے گی اور اسی پر تڑ تڑے رکھتی چلی جائیں گی اور ذرا دیر میں آپس میں رنج ہو جائے گا۔ اب طرفین سے غیبت شروع ہو گی اور ایک دوسرے کی عیب جوئی اور نیچا دکھانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گی۔ یہ سب نتائج غصہ کے ہیں۔ عورتیں غصہ سے مغلوب ہو جاتی ہیں۔ (غوائل الغضب: ص ۲۲۵)

بھابھی کا غصہ اور دیور و یتیم پر ظلم و زیادتی

بہت جگہ ایسا ہوتا ہے کہ گھر کا کوئی بزرگ مر گیا اور بڑی اولاد کے ساتھ چھوٹے بچے بھی چھوڑے۔ وہ چھوٹے بچے بڑے بھائیوں کی پرورش میں آ جاتے ہیں اور بھاوج کا اختیار ہوتا ہے۔ چونکہ بچے گھر میں رہتے ہیں اس واسطے ان کی نگرانی وغیرہ عورتوں ہی کے ہاتھ میں زیادہ رہتی ہے بڑا بھائی باہر رہتا ہے اور بھاوج صاحبہ ان سے دل کے کیسے نکالتی ہیں۔ ہر بات پر مارنا برا بھلا کہنا ہر چیز کو ترسانا کھانا پیٹ بھر کر نہ دینا کپڑے کی خبر نہ لینا اور نوکروں سے زیادہ ذلیل کر کے ان کو رکھنا یہ ان کا برتاؤ رہتا ہے اور اس پر بھی چین نہیں بطور حفظ ما تقدم خاوند سے الٹے شکایت کرتے رہنا غرض ایسے خلاف انسانیت برتاؤ رکھتی ہیں کہ ان کا بیان کرنا بھی مشکل ہے۔

میں مردوں کو بھی خطاب کرتا ہوں کہ یتیم بچوں کی خود بھی نگرانی رکھو۔ عورت کے کہنے میں ایسے نہ ہو کہ ہر بات کو سچ جان لو جب یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ بھاوج دیوروں کے ساتھ مغائرت (غیریت) کا تعلق رکھتی ہے تو اس کی شکایتوں کا کیا اعتبار میں تو کہتا ہوں کہ ایسے موقعوں پر مردوں کو چاہیے کہ عورتوں کو سنا دیں کہ تم سچ بھی کہو گی تو بھی ہم جھوٹ سمجھیں گے۔ میں سب مردوں کو نہیں کہتا ہوں بہت سے مرد ایسے بھی ہیں کہ واقعی مرد ہیں اور ایسے موقع پر پوری عقل سے کام لیتے ہیں اور اس ساتھ رہنے کو بھیڑیئے، بکرے کا ساتھ سمجھتے ہیں جہاں بھیڑیا بکری اکٹھا ہوں گے وہاں بھیڑیئے کی طرف سے بکری کے ساتھ ایذا و تکلیف رسانی ہی ہو گی۔ کبھی نہیں کہا جا سکتا کہ بھیڑیا، بکری کی طرف داری یا اس پر رحم کرے گا۔

عورت کے کہنے سے بھائیوں کو نہ ستاؤ۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ یتیم بچہ زندوں میں شمار ہی نہیں ہوتا ہے۔ اپنے ماں باپ کے ساتھ وہ بھی مر گیا۔ پھر مرے ہوئے کو مارنا کیا جوانمردی ہے۔

اگر حد سے زیادہ دلداری کرو گے تب بھی اس کا دل زندہ نہیں ہو سکتا یتیم کی صورت میں مردنی چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ دو بچوں کو برابر بٹھاؤ جن میں سے ایک یتیم ہو اور دوسرا نہ ہو اور ایک چیز دونوں کے سامنے رکھ دو اور کہہ دو کہ جو پہلے اٹھا لے یہ چیز اسی کی ہے یقینی کامل ہے کہ یتیم کا ہاتھ نہیں اٹھے گا۔ وجہ یہی ہے کہ اس کا دل مر چکا ہے۔

(غوائل الغضب: ص ۲۲۷)

لڑائی جھگڑوں سے حفاظت کی عمدہ تدبیریں

☆...... مردوں کو چاہیے کہ عورتوں کی باتوں پر اعتماد نہ کیا کریں اور عورتوں کو بھی لازم ہے کہ مردوں سے ایسی باتیں (جن سے غصہ آئے بیان نہ کیا کریں۔

☆...... جب کسی کی شکایت سنو تو یہ سوچو کہ بیان کرنے والے نے ایک بات میں دس باتیں غلط ملائی ہوں گی۔

اگر ہم نے وہ بات اپنی آنکھ سے دیکھی ہوتی تو اگر تدارک کرتے (اور بدلہ لیتے) تو ایک بدی (برائی) کا بدلہ ایک کرتے اور اب دس بدی کریں گے تو کیا انجام ہوگا۔ یہ تو ایسا ہوا کہ جیسے ہمارا کوئی ایک پیسہ کا نقصان کرے اور ہم اس کے بدلہ میں دس پیسہ کا نقصان کر دیں۔ جب یہ مقدمہ حاکم کے پاس جائے گا تو گو زیادتی پہلے اس کی تھی مگر اب ہم ملزم ہو گئے۔

مثلاً کسی کی شکایت سنی کہ اس نے ہماری غیبت کی ہے اور اس سے تم نے یہ بدلہ لیا کہ تم نے بھی غیبت کر لی تو یہ بدلہ ہو گیا اور مان لیا جائے کہ بالکل برابر سرابر کا بدلہ ہے یعنی کمیت میں برابر ہے کہ ایک غیبت اس نے کر لی مگر اس کا کیا اطمینان ہے کہ تمہارا بدلہ کیفیت میں بڑھا ہوا نہیں ہے۔ یا آئندہ نہ بڑھ جائے گا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی کی طرف سے برائی دل میں بیٹھ جاتی ہے تو انسان اس سے صرف زیادتی کے بدلہ ہی پر اکتفا نہیں کرتا اور بدلہ لے کر اس کی برائی دل سے نکل نہیں جاتی بلکہ کینہ رہ جاتا ہے یا حسد پیدا ہو جاتا ہے اور کینہ اور حسد غیبت سے کیفیت (درجہ) میں بہت زیادہ برا ہے۔ حسد کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ حسد نیکوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہے تو یہ برائی جو تمہارے دل میں اس غیبت کے مقابلہ میں پیدا ہوئی کیفیت میں بدر جہاں زیادہ ہے کہ تمہاری اور نیکیوں کو بھی غارت کرے گی۔ یہاں قوت واہمہ سے کام لو اور نفس کے خلاف سوچو کہ اگر ہم اس ایک غیبت کے بدلہ میں ان برائیوں میں پڑ گئے تو کیسے برے نتیجے ہوں گے یہ خیال کر کے ذرا ڈرو۔

(غوائل الغضب: ص ۲۲۴)

خانگی فسادات گھریلو جھگڑے سے بچنے کی عمدہ تدبیر

فرمایا خانگی مفسدات (گھریلو جھگڑوں) سے بچنے کی ایک عمدہ تدبیر یہ ہے کہ چند خاندان (اور کئی عورتیں) ایک گھر میں اکٹھے نہ رہا کریں کیونکہ چند عورتوں کا ایک مکان میں رہنا ہی زیادہ فساد کا سبب ہوتا ہے۔ (ملفوظات اشرفیہ: ص ٢٧، الانسداد للفساد: ص ٣٣٧)

اپنوں سے معاملہ نہ کرنے میں عافیت ہے

فرمایا مشہور تو یہ ہے کہ "تعاملو اکالا جانب وتعاشرو اکالاخوان" یعنی اپنوں سے معاملہ کرو اجنبیوں کی طرح اور معاشرت (برتاؤ) کرو بھائیوں کی طرح، لیکن چونکہ آج کل یہ مشکل ہے کہ اخوان (اپنوں اور بھائیوں) کے ساتھ معاملہ تو ہو مگر اجنبیوں کا سا۔ اس لیے میں ترمیم کی ہے یعنی "تعاملو مع الا جانب وتعاشرو اکالاخوان" یعنی معاملہ کرو اجنبیوں کے ساتھ اور معاشرت کرو بھائیوں کے ساتھ یعنی اخوان (اپنوں) کے ساتھ معاملہ بھی نہ کرو۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اپنوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں خرابی ہوتی ہے۔ (تعلقات بگڑتے ہیں۔ ناانصافیاں ہوتی ہیں) اور نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔

(ملفوظات اشرفیہ: ص ٢٣٣، حسن العزیز: ص ٥٩٥)
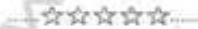
باب:۸

گھریلو ذمہ داریاں

گھر کی ذمہ داری عورتوں پر ہے

حدیث پاک میں ہے "اَلْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَ وَلَدِهٖ وَ هِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ" یعنی عورت سے متعلق شوہر کا گھر ہوتا ہے اور اس کے بال بچے ہوتے ہیں ان میں اس کو اختیار دیا گیا ہے اور ان کے متعلق اس سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے شوہر کے گھر اور اولاد کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ (حقوق البیت: ص۱۵)

بعض عورتیں گھر کا کام نہیں کرتیں، گھر کی نگرانی نہیں کرتیں۔ حدیث میں ہے کہ عورتیں گھر میں حاکم ہیں۔ گھر کے انتظام کے متعلق ان سے پوچھا جائے گا۔ نگرانی نہ کرنے سے گھر میں چوری ہوتی ہے۔ اس کا بہت خیال کرنا چاہیے۔ دوسروں پر نہ چھوڑنا چاہیے۔

(حقوق الزوجین: ص۳۴۴)

بعض عورتیں اپنے ذمہ مردوں کے یہ حق سمجھتی ہیں کہ کھانا پکا کے دے دیا، رات کو بستر لگا دیا اور دھوبن کو مردوں کے کپڑے شمار کر کے دے دیئے۔ جب آئے شمار کر کے لے لیے اور حفاظت سے بکس میں بند کر کے رکھ دیے۔

اس کے علاوہ کاموں کو عورتیں اپنے ذمہ سمجھتی ہی نہیں بلکہ وہ اپنے ذمہ صرف اتنا سمجھتی ہیں کہ مردوں کو کھلا دیا پلا دیا اور اگر کوئی بچہ ہو تو اس کو جگا، سلا دیا اور یہ بھی اس وقت جب کہ گھر میں بچہ لینے کو کوئی نوکر نہ ہو اور یہ کام انہیں خود کرنا پڑے ورنہ ان کو اس کی بھی خبر نہیں ہوتی کہ بچے کہاں ہیں اور کس طرح ہیں اور اگر گھر میں کھانا پکانے والی نوکرانی بھی ہوئی تو ان کو چولہے کی بھی خبر نہیں ہوتی اب نوکرانی سیاہ و سفید کی مالک ہے جو چاہے کرے۔

غرض شوہر کے مال کی حفاظت کا عورتوں کو بالکل خیال نہیں ہوتا۔ (حقوق البیت: ص۱۸)

گھر کا کام کرنا بھی عبادت ہے

بعض عورتیں دینداری پر آتی ہیں تو یہ طریقہ اختیار کر لیتی ہیں کہ تسبیح اور مصلی لے کر بیٹھ گئیں اور گھر کو ماماؤں (نوکرانیوں) پر ڈال دیا۔ یہ طریقہ اچھا نہیں۔ کیونکہ گھر کی نگہبانی اور خاوند کے

مال کی حفاظت عورت کے ذمہ فرض ہے جس میں اس صورت سے بہت خلل واقع ہوتا ہے اور جب فرض میں خلل آ گیا تو یہ نفلیں اور تسبیح کیا نفع دیں گی۔ اس لیے دینداری میں اتنا غلو بھی نہ کرو کہ گھر کی خبر ہی نہ لو نماز روزہ اس طرح کرو کہ اس کے ساتھ گھر کا بھی پورا حق ادا کرو اور تمہارے واسطے یہ بھی دین ہی ہے کیونکہ تم کو گھر کے کام کاج میں بھی ثواب ملتا ہے اگر اس نیت سے کرو کہ اللہ تعالیٰ نے گھر کی حفاظت اور خبر گیری میرے ذمہ کی ہے اس لیے حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتی ہوں۔ ہاں گھر کے کاموں میں ایسی منہمک نہ ہو کہ دین کو چھوڑ دو بلکہ اعتدال سے کام لو۔

اللہ اللہ تو گھر کا کام کرتے ہوئے بھی ہو سکتا ہے یہ کیا ضروری ہے کہ تسبیح اور مصلّی ہی کے ساتھ اللہ اللہ کیا جائے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ''لا یزال لسانک رطبامن ذکر اللّٰہ'' یعنی زبان کو ہر وقت خدا کی یاد سے تر رکھنا چاہیے اور ظاہر ہے کہ تسبیح اور مصلّی ہر وقت ساتھ نہیں رہ سکتا تو معلوم ہوا کہ ذکر اللہ کے لیے کسی قید اور پابندی کی ضرورت نہیں بلکہ ہر وقت اور ہر حال میں ہو سکتا ہے۔

(حقوق البیت: ص ۵۴)

غلط فہمی کا ازالہ

بعض عورتیں یہ سن کر بڑی خوش ہوں گی کہ یہ تو بڑی اچھی بات بتلائی گئی نیت کرنے سے دنیا بھی دین ہو جاتا ہے بس وہ کفایت کر لیں گی کھانے پکانے پر اور خانہ داری (گھر) کے کام پر اور سمجھ لیں گی کہ بس دین کا کام تو کر ہی لیا (یہ بھی تو عبادت ہے) اب آگے کیا ضرورت ہے نماز وغیرہ کی۔ اس لیے میں نے کہا کہ یہ چیزیں اپنی ذات میں دین نہیں ہیں۔ یہ اعمال نماز روزہ کے قائم مقام نہ ہوں گے۔ بعض عورتیں اسی کو بڑی عبادت سمجھتی ہیں کہ گھر کا کام کر لیا شوہر کو آرام پہنچا دیا خانہ داری کا بندوبست (گھر کا انتظام) کر لیا بس آگے اور کچھ نہیں بہت سی عورتیں ایسے مزاج کی بھی ہیں۔

خوب سمجھ لیجئے کہ نماز روزہ تو اپنی ذات کے اعتبار سے دین ہے اور یہ چیزیں اپنی ذات کے اعتبار سے دین نہیں بلکہ یہ ملحق بہ عبادت (یعنی عبادت کے ساتھ لاحق وشامل) ہو جاتی ہیں قائم مقام نہیں ہو سکتیں۔ کہاں نماز روزہ کہاں امور خانہ داری۔

مگر ہاں ایک خاص اعتبار سے دین ہے۔ اب رہی یہ بات کہ وہ نیت کیا ہو گی جس سے یہ چیزیں عبادت ہو سکیں۔ تو وہ نیت یہ ہو گی کہ ہم شوہر کی خدمت کریں گے اس کو آرام پہنچائیں گے تو اس کا حق ادا ہو گا بس نیت سے دنیا دین ہو جائے گی۔

(حقوق الزوجین وعظ العاقلات الغافلات: ص ۳۲۰)

نوکرانی ہوتے ہوئے گھر کا کام خود بھی کرنا چاہیے

بلکہ میں کہتا ہوں کہ جن کو خدا نے ماما ئیں اور نوکر دیے ہوں وہ اپنے ہاتھ سے بھی کچھ کام کیا کریں۔ یہ نہ ہو کہ دن رات پلنگ ہی توڑتی رہیں اور کسی کام کو ہاتھ نہ لگائیں۔ کیونکہ اس طرح تو کام کی عادت چھوٹ جاتی ہے اور آدمی ہمیشہ کے لیے محتاج بن جاتا ہے اور کام کرتے رہنے سے کام کی عادت بھی رہتی ہے اور قوت وصحت بھی اچھی رہتی ہے حدیث میں ہے۔ ''المومن القوی خیر من المومن الضعیف وفی کلٍّ خیر'' کہ قوی مسلمان کمزور مسلمان سے اچھا ہے اور یوں تو سب ہی اچھے ہیں تو ہمت کی بات یہ ہے کہ گھر کے کام کو بھی دیکھو۔ نوکروں باندیوں سے اپنی نگرانی میں کام لو اور کبھی کسی کام کو اپنے ہاتھ سے بھی کر لیا کرو اور اس کے ساتھ کچھ وقت نکال کر نفلیں اور تسبیح بھی پڑھو۔ اگر زیادہ وقت نہ ملے تو چلتے پھرتے اللہ اللہ کرتی رہا کرو۔

(حقوق البیت، ص ۵۵)

گھر کا کام کرنے میں خود عورتوں کا فائدہ ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ عورتیں خود ہی گھر کے اس قدر کام کرتی ہیں مشقتیں اٹھاتی ہیں کہ کسی وقت چین سے نہیں بیٹھتیں تو وہ خود ہی اپنی راحت نہیں چاہتیں۔

فرمایا ان کے ایسا کرنے میں ان کی ذاتی مصلحت اور فائدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس سے ان کی تندرستی ٹھیک رہتی ہے۔ مثلاً کھانا پکانا ہے پیسنا ہے کوٹنا ہے۔ خود ہمارے گھروں میں سب کام اپنا اپنے ہاتھ سے کرتی ہے حتیٰ کہ ضرورت ہو تو سیر دو سیر گیہوں بھی پیس لیتی ہیں۔ سو اگر وہ اپنی رائے اور مصلحت سے مشقت اختیار کریں تو یہ دوسری بات ہے مگر ان پر ظلم کی راہ سے مشقت ڈالنا نہایت بے رحمی اور بے مروتی کی بات ہے۔ (نصرۃ النساء، ص ۵۵۹)

جب سے عورتوں نے اس قسم کی محنتیں چھوڑ دیں تندرستیاں خراب ہو گئیں۔ ہمیشہ دوا کا پیالہ منہ سے لگا رہتا ہے اور جن قوموں میں اب بھی ان کا رواج ہے دیکھو کیسی تندرست رہتی ہیں۔ خدا غارت کرے اس چکی کو دین کا گناہ تو ہے ہی دنیاوی نتائج بھی اس کے ایسے ہیں کہ صحت جیسی چیز غارت (برباد) ہو گئی۔ (التبلیغ: ۹۳، ج ۳، دواء العیوب)

گھریلو انتظامات میں عورتوں کی ذمہ داری اور کوتاہی

اکثر عورتیں کہتی ہیں کہ ہماری دھوبن بڑی ایماندار ہے یہ خود گن کر کپڑے لے جاتی ہے۔ پھر نہ دیتے ہوئے کپڑوں کی شمار ہوتی ہے نہ لیتے ہوئے۔ دھوبن کی ایمانداری پر پورا اعتماد ہوتا

ہے اور وہی مختارکل ہے جو چاہے کرے۔

اور جن گھروں میں حساب کا خیال ہوتا ہے تو وہاں یہ طریقہ ہے کہ دیوار پر کوئلے سے لکیر کھینچ دیتی ہیں۔ میں نے دیکھا ایک مکان میں تمام دیوار سیاہ تھی۔ حالانکہ دیوار کی لکیر کوئی معتبر چیز نہیں ذرا سا ہاتھ لگنے سے مٹ سکتی ہے اور ایک آدھ لکیر پنساری بڑھا بھی سکتی ہے پھر اس صورت میں وہی دینا پڑے گا جو پنساری بتلا دے۔ بعض دفعہ گھر والوں اور پنساری میں اختلاف ہوتا ہے جو کچھ کہتی ہے اور پنساری کچھ کہتی ہے مگر حجت کسی کے پاس نہیں بالآخر جھک مار کر وہی دینا پڑتا ہے جو پنساری نے بتلا دیا۔

آسان صورت یہ ہے کہ قلم سے کسی کاغذ یا تختی وغیرہ پر جو اپنے ہی میں رہے لکیر کھینچ دیا کرے تا کہ کمی بیشی کے احتمال سے محفوظ رہے۔ مگر گھروں میں اس کا بالکل اہتمام نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ عورتیں ان کاموں کو اپنے ذمہ سمجھتی ہی نہیں۔ (حقوق البیت: ص ۲۱۸)

صفائی معاملات کی ضرورت

فرمایا خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ معاملات کو لکھو "ذلک ادنیٰ ان لا تعولوا" لیکن آج کل یہ عیوب میں داخل ہے۔ کہ بڑے وہمی آدمی ہیں حالانکہ بعض دفعہ یاد نہیں آتا کہ کس نے فلاں چیز لی تھی تو پریشانی ہوتی ہے۔ (حسن العزیز: ص ۳۶۴، ج ۳)

چاہے چھوٹا ہی معاملہ ہو اس کو بھی ضرور لکھ لینا چاہیے کیونکہ لکھ لینے سے بہت مدد ملتی ہے اور پھر کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ یہ سب شبہات کا علاج ہے۔ (الافاضات: ص ۳۳۷، ج ۹)

معاملات کی صفائی بڑی اچھی چیز ہے جب کسی سے قرض لے یا دے یا ادا کرے اس کو فوراً لکھ لے مثلاً دھوبی کو کپڑے دیتے وقت لکھ لینے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ بھول نہیں ہوتی۔ ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر کاغذ کھو بھی جائے تب بھی دھوبی پر رعب رہتا ہے اور وہ پورے ہی کپڑے لا کر حوالہ کرتا ہے۔ حساب کتاب لکھنا پڑھنا اللہ تعالیٰ کے بڑے احسانات میں سے ہے۔

(الافاضات: ص ۳۵۰، ج ۹)

مشغول آدمی کو زبانی یاد پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ ضروری کاموں کو لکھ لینا چاہیے۔

(حسن العزیز: ص ۵۹۲، ج ۱)

عورتوں پر گھر کا کام کرنا کھانا پکانا واجب ہے یا نہیں

ایک مولوی صاحب فرماتے تھے کہ عورتوں کے ذمہ کھانا پکانا واجب ہے۔ میری رائے ہے

کہ ان کے ذمہ واجب نہیں۔ میں نے عدم وجوب پر اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔

حاصل یہ ہے کہ عورتیں اس واسطے بنائی گئی ہیں کہ ان سے تمہارے قلب کو سکون ہو۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ بیبیاں تو عورتیں دل بہلانے کے واسطے ہیں نہ کہ روٹیاں پکانے کے واسطے۔

(نصرۃ النساء ملحقہ حقوق الزوجین: ص ۱۵۵)

بیوی کے ذمہ کھانا پکانا دیانۃً واجب ہے

ایک صاحب نے سوال کیا کہ زوجہ کے ذمہ کھانا پکانا واجب ہے یا نہیں؟ فرمایا دیانۃً واجب ہے قضاءً نہیں۔ اگر زوج (شوہر) فرمائش کرے تو دیانۃً اس کے ذمہ واجب ہے اور یہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ اگر زوج زوجہ کو حکم دے کہ سیاہ پہاڑ کے پتھر سفید پہاڑ پر لے جا اور سفید پہاڑ کے سیاہ پر تو اس کو کرنا چاہیے۔ (شوہر کی) اطاعت کی اس قدر تاکید ہے اور کھانا پکانا تو اس سے کمتر ہی درجہ میں ہے۔ (حسن العزیز: ص ۲۱۳، ج ۳)

.....☆☆☆☆☆.....

باب:۹

فصل نمبر۱...... بیوی کے حقوق کا بیان

صاحبو! جب اللہ نے ان (عورتوں) کے حقوق مقرر فرمائے ہیں تو ان کو کون بدل سکتا ہے۔ مرد اگر ان کا حق نہ دیں گے تو حق العبد کے گنہگار رہوں گے۔

مردوں کو غور کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کس عمدہ پیرایہ میں عورتوں کی سفارش کی ہے۔ فرماتے ہیں وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔

(ترجمہ) فرماتے ہیں عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اگر کسی وجہ سے تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت بھلائیاں رکھ دیں۔

ظاہر ہے ناپسند ہونا کسی وجہ ہی سے ہوگا اور زیادہ تر عورتوں کے ناپسند ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے اور یہ بات مرد کے لیے باعث اذیت ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا گویا وعدہ ہے کہ عورتوں کی بداخلاقی وغیرہ کو بھی خیر کثیر سے (خوب بھلائی) کا سبب بنا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں وہ سب کچھ کر سکتے ہیں مثلاً اس سے اولاد ہی ہو جائے گی جو قیامت میں اس شخص کی دستگیری کرے گی۔

جو آیتیں میں نے پڑھیں ہیں دیکھ لیجئے اس باب میں کس قدر صاف اور واضح ہیں اور ان سے کس قدر عورتوں کے حقوق ثابت ہوتے ہیں۔ (التبلیغ حسن النساء، ص۱۳۶،۱۳۰)

بیوی کے حقوق کا خلاصہ

زوج (شوہر) پر زوجہ (بیوی) کے یہ حقوق ہیں۔

☆..... حسن خلق (یعنی اچھے اخلاق سے پیش آنا اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔

☆..... ایذاء کا (یعنی بیوی کی طرف سے جو تکلیف پہنچے اس کا) برداشت کرنا لیکن اعتدال کے ساتھ۔

☆..... غیرت میں اعتدال کرنا یعنی نہ تو اس سے بدگمانی کرے اور نہ بالکل غافل رہے۔

☆..... خرچ میں اعتدال کرنا یعنی نہ تنگی کرے اور نہ فضول خرچ کی اجازت دے۔

☆..... حیض وغیرہ کے احکام سیکھ کر اس کو سکھلانا اور نماز اور دین کی تاکید رکھنا اور بدعات

ومنہیات (ناجائز کاموں) سے منع کرنا۔

☆……اگر کئی عورتیں ہوں حقوق میں ان کو برابر رکھنا۔

☆……بقدر حاجت اس سے وطی (صحبت) کرنا۔

☆……اس کی اجازت کے بغیر عزل (یعنی صحبت کرنے میں انزال) باہر نہ کرنا۔

☆……بقدر کفایت رہنے کے لیے گھر دینا۔

☆……اس کے محارم اقارب رشتہ دار ماں باپ، چچا، پھوپھی، بہن بھائی وغیرہ) سے اس کو ملنے دینا۔

☆……جماع وغیرہ (صحبت اور اس جیسی راز کی باتیں ظاہر نہ کرنا۔)

☆……حد سے زیادہ نہ مارنا۔

☆……بغیر ضرورت کے طلاق نہ دینا۔ (وشل ذلک)

جانبین کے حقوق کثیرہ ہیں اس وقت جو مستحضر تھے لکھ دیے۔ ہذا ما اخذت من احیاء العلوم وغیرہ۔ (امداد الفتاوی: ص ۱۸۵ / ج ۲ سوال: ۲۷۸)

بیوی کا نفقہ کیوں واجب ہے

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ نفقہ احتباس (کسی کے لیے محبوس ومقید ہونے) کی جزاء بھی ہوتا ہے۔ یعنی جو شخص کسی کی مصلحت یا خدمت کے لیے محبوس ومقید ہو اور اس احتباس کی وجہ سے وہ اپنی معیشت کا انتظام نہ کر سکتا ہو اس شخص کا نفقہ اس پر واجب ہوگا جس کی مصلحت ومنفعت کے لیے محبوس ہے۔ اس کی مثال گواہوں کی خوراک ہے کیونکہ وہ ایک خاص وقت تک اس شخص کے لیے (جس کے لیے گواہی دی جارہی ہے) اس کے کام میں مشغول ہے اس لیے اس کو اس سے خوراک دلوائی جاتی ہے، حاکم وقت نے بھی شریعت کے اس مسئلہ کو برقرار رکھا ہے۔ فقہا نے زوجہ (بیوی) کے نفقہ کو بھی جزاء احتباس ہی کہا ہے۔ (اصلاح انقلاب: ص ۱۹۱)

نفقہ کب واجب ہوتا ہے

بیوی کا نفقہ واجب ہونے کی صرف اتنی شرط ہے کہ بیوی کی طرف سے تسلیم نفس (یعنی اپنے آپ کو شوہر کے حوالہ کر دینے میں) بلا عذر کوتاہی نہ ہو اور اگر عذر سے ایسا ہو مثلاً مہر معجل (جلدی والا مقرر شدہ مہر) لینے کے لیے اپنے نفس کو تسلیم (سپرد) نہ کرے اس میں نفقہ واجب رہے گا۔ (کیونکہ قصور مرد کی طرف سے ہے) البتہ اگر سرکشی کی وجہ سے شوہر کے گھر سے چلی گئی اس صورت

میں جب تک کہ واپس نہ آجائے نفقہ واجب نہ رہے گا۔

بعض عورتوں کی جانب سے یہ غلطی ہوتی ہے کہ شوہر سے مخالفت کر کے اپنے میکے چلی جاتی ہیں اور نفقہ کا مطالبہ کرتی ہیں۔ سو اس صورت میں نفقہ واجب نہ ہوگا۔ (اصلاح انقلاب: ص ۱۸۲)

بیوی بالغہ ہو یا نابالغہ ہر صورت میں اس کا نفقہ واجب ہے

اگر بیوی بہت کم سن (چھوٹی عمر کی) ہو کہ ہمبستری کے قابل بھی نہ ہو لیکن اس قابل ہو کہ مرد کے پاس رہنے سے مرد کا جی بہلے اور معمولی خدمت کر سکے تو تسلیم نفس (اپنے آپ کو سپرد کر دینے کے بعد) اس کا نفقہ واجب ہے۔

البتہ اگر اس قابل بھی نہ ہو جیسے بعض قوموں میں ہے کہ بہت ہی کم عمری میں شادی کر دیتے ہیں تو اس کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔

لیکن جو تمتع ہم بستری کے قابل نہ ہو مگر انس و خدمت کے لائق ہو خود (شوہر اس کو اپنے گھر رکھنے پر مجبور نہیں ہے بلکہ اس کو اختیار ہے) اگر رکھے گا نفقہ دے گا۔ اگر نہ رکھے گا نہ دے گا۔

بعض قوموں میں یہ بھی عادت ہے کہ جوان عورت کا کم عمر کے لڑکے سے عقد کر دیتے ہیں (جو کسی قابل نہیں ہوتا لیکن عورت کی طرف سے چونکہ تسلیم ہے اور قصور مرد کی طرف سے ہوتا ہے لہٰذا) اس عورت کا نفقہ زوج کے مال سے واجب ہوگا اگر وہ صاحب جائیداد یا نقد کا مالک ہو کیونکہ مانع تمتع مرد کی طرف سے ہے عورت کی طرف سے نہیں۔ کذا فی الدر المختار۔

(اصلاح انقلاب: ص ۱۸۲)

بیوی مالدار ہو یا غریب ہر صورت میں اس کا نفقہ لازم ہے

بعض لوگ بیوی کا نفقہ اس وقت واجب سمجھتے ہیں جب کہ وہ نادار (غریب) ہو اور اگر وہ مالدار ہو تو اس صورت میں اس کا نفقہ واجب نہیں سمجھتے سو یہ بالکل غلط ہے بیوی کا نفقہ دونوں حالتوں میں واجب ہوتا ہے۔

صرف اتنی شرط ہے کہ بیوی کی طرف سے تسلیم نفس (اپنے کو شوہر کے حوالہ کرنے میں) بلا عذر کوتاہی نہ ہو۔ (اصلاح انقلاب: ص ۱۸۲)

بیوی کو علیحدہ مکان دینا بھی نفقہ میں داخل اور عورت کا حق ہے

نفقہ کا ایک جزء بیوی کو رہنے کے لیے گھر دینا بھی ہے۔ اس کے متعلق ایک عام غلطی میں اکثر مرد (اور بڑے بڑے دیندار لوگ) مبتلا ہیں کہ بیوی کو جداگانہ گھر دینا اپنے ذمہ واجب نہیں

سمجھتے۔ بس اپنے عزیزوں (رشتہ داروں یا والدین کے پاس) عورت کو لا ڈالتے ہیں۔ سو اس میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر ساتھ رہنے پر عورت بخوشی راضی ہو تب تو خیر (ٹھیک ہے) ورنہ اگر وہ سب سے جدا رہنا چاہے تو مرد پر اس کا انتظام واجب ہے۔

اور راضی رہنے کا مطلب یہ ہے کہ طیب خاطر یعنی خوشی دلی سے راضی ہو حتیٰ کہ اگر مرد کو قرائن (انداز) سے معلوم ہو جائے کہ وہ علیحدہ رہنا چاہتی ہے۔ مگر زبان سے اس کی درخواست نہ کر سکے تب بھی مرد کو (سب کے) ساتھ رکھنا جائز نہیں اور آج کل کی طبیعتوں اور واقعات کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ اگر عورت ساتھ رہنے پر راضی ہو اور علیحدہ رہنے سے سب رشتہ دار ناخوش ہوں تب بھی مصلحت یہی ہے کہ علیحدہ ہی رہے۔ اس میں ہزاروں مفاسد اور خرابیوں کی روک تھام ہے اور گو اس طرح کرنے میں چند روز کے لیے عزیزوں (رشتہ داروں کا ناک منہ چڑھے گا مگر اس کی مصلحتیں جب مشاہد ہوں گی (سامنے آئیں گی) تو سب خوش ہو جائیں گے۔

البتہ اتنی گنجائش ہے کہ اگر پورا گھر جدا نہ دے سکے بڑے گھر میں ایک کوٹھری یا ایسا کمرہ دینا جو ضرورت کے لیے کافی ہو سکے اور اس میں اپنا مال اور سامان مقفل (تالا وغیرہ لگا کر) رکھ سکے اور آزادی کے ساتھ میاں کے ساتھ تنہائی میں اٹھ بیٹھ سکے بات چیت کر سکے۔ واجب ادا کرنے کے لیے یہ کافی ہوگا۔

اور چولہا تو ضروری علیحدہ ہونا چاہیے کیونکہ زیادہ تر آگ اسی چولہے سے بھڑکتی ہے۔ بعض آدمی اس کو بڑی سعادت مندی سمجھتے ہیں کہ بیوی کو اپنی ماں کا محکوم اور مغلوب (تابع بنا کر رکھیں اور اس کی بدولت بیوی پر بڑے بڑے ظلم ہوتے ہیں۔ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ بیوی پر فرض نہیں کہ ساس کی خدمت کیا کرے تم سعادت مند ہو تو خدمت کرو۔ خدمت کے لیے نوکر لاؤ۔

(اصلاح انقلاب: ص ۱۸۷)

مالداروں پر مالداروں اور غریبوں پر غریبوں جیسا نفقہ لازم ہے وسعت ہو تو نوکرانی کا انتظام بھی واجب ہے!!!

خدا نے تم کو جیسی وسعت دی ہے۔ جیسا تم اپنی ذات کے لیے خرچ کرتے ہو ویسا ہی اس کو بھی خرچ کرنے کو دو۔ شریعت کی یہی تعلیم ہے۔

بعض آدمیوں کی طرف سے یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ فارغ البالی (وسعت و مالداری) کے

باوجود بیوی کے خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور (نفقہ) اتنا کم دیتے ہیں کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے پکائے تو کافی ہو سکتا ہے۔ ورنہ ماما (نوکرانی) رکھنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ حالانکہ مرد اگر وسعت والا ہو تو اس کے ذمہ ماما کا خرچ بھی واجب ہے۔ (التبلیغ ص ۱۴۰ ج ۷)

غربت ہو تو عورت کو خود کام کرنا ضروری ہے

اسی طرح بعض عورتوں کی طرف سے یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ شوہر کے تنگدست ہونے کے باوجود اس کو مجبور کرتی ہیں کہ ماما (نوکرانی) لائے۔ حالانکہ تنگدستی کی صورت میں شوہر اس پر مجبور نہیں ہے۔

بلکہ دیکھا جائے گا کہ عورت اپنے کام کرنے پر قادر ہے یا نہیں۔ اگر قادر ہے تو اپنا کھانا بھی پکائے اور شوہر کا بھی پکائے۔ (کذا فی الدر المختار) (اصلاح انقلاب ص ۱۸۳)

اگر عورت کام کرنے سے معذور ہو

اور اگر قادر نہیں ہے خواہ کسی مرض کے سبب سے خواہ امیر کبیر (بڑا مالدار اور بڑے گھر کی) ہونے کی وجہ سے تو نہ شوہر ماما (نوکرانی) لانے پر مجبور ہے اور نہ عورت کھانا پکانے پر بلکہ شوہر سے کہا جائے گا کہ تیار شدہ کھانا عورت کو لا کر دے خواہ بازار سے یا کہیں اور سے پکوا کر لائے۔

(کذا فی الدر المختار) (اصلاح انقلاب ص ۱۸۳)

میوے پھل پان وغیرہ کا اوپری خرچ شوہر پر لازم نہیں اگر دے تو اس کا احسان ہے

بعض عورتوں کی طرف سے یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ شوہر کے مال کو بے دریغ اڑاتی ہیں اور سب فضول اخراجات اور تنعمات کا خرچ شوہر کے ذمہ سمجھتی ہیں۔ خصوصاً پان چھالیہ۔ یا بعض عورتیں چائے کافی (چاٹ قلفی) وغیرہ میں اس قدر زیادتی کرتی ہیں کہ خود بھی کھاتی ہیں اور آنے جانے والیوں کو تقسیم کرتی ہیں اور یہ شوہر کے ذمہ سمجھتی ہیں۔ حالانکہ فقہاء نے یہاں تک تصریح کی ہے کہ قہوہ، حقہ اور میوے پھل بھی شوہر کے ذمہ لازم نہیں۔ اگر قہوہ حقہ کی عادت بھی ہو اور اس کے چھوڑنے سے تکلیف بھی ہو تب بھی شوہر کے مال میں یہ خرچ نہ ڈالا جائے۔

قد علم مما ذکر انه لا یلزمه لها القهوة والدخان. وان تضررت بتركها در المختار یعنی گزشتہ بیان سے معلوم ہو گیا کہ شوہر پر بیوی کے لیے قہوہ اور دخان (حقہ) لازم نہیں گو عورت اس کی عادی ہو اور اس کے چھوڑنے سے اس کو ضرر ہو۔

شوہران مصارف میں جتنے کا تحمل ہو جائے (اور خوشی سے برداشت کرلے) اس کا احسان ہے اور شوہر کی شان کے لائق بھی یہی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ وسعت دے تو بی بی کو راحت پہنچانے میں دریغ نہ کرے۔ مگر عورت کو بھی مناسب نہیں کہ اس راحت پہنچانے کا یہ صلہ کرے کہ اس کو تکلیف پہنچائے۔ (اصلاح انقلاب، ص ۱۸۴، ج ۲)

حسن سلوک کا مقتضیٰ

خدا تعالیٰ نے تم کو جتنی وسعت دی ہے جیسا تم اپنی ذات کے لیے خرچ کرتے ہو ویسا ہی اس کو بھی خرچ کرنے دو۔ شریعت کی تعلیم یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عورت کو راحت دو۔ اس کو پریشان اور تنگ مت کرو، بہ نان ونفقہ فراخت (کشادگی) کے ساتھ دو۔ اس کی دلجوئی کرو۔ اس کی ایذاؤں پر صبر کرو۔ مسلمانوں کو بیویوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز معاشرت کے موافق عمل کرنا چاہیے۔

ضرورت سے زائد، ہر عید بقر عید اور شادی میں کپڑے بنوانا شوہر پر لازم نہیں

عورتوں کی طرف سے ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ جوڑے کے انبار (ڈھیر ان کے صندوقوں میں ذخیرہ رہتا ہے پھر بھی روزانہ شوہر سے جوڑے بنوانے کے فرمائش کی جاتی ہے سو سمجھ لینا چاہیے کہ شوہر کے گھر کے جوڑے جب تک موجود ہیں اس وقت تک شوہر کے ذمہ نیا جوڑا بنوانا واجب نہیں علی ہذا۔ (اسی طرح) عید بقر عید کے لیے یا شادیوں میں شرکت کے لیے مستقل جوڑا بنانا شوہر کے ذمہ واجب نہیں اور یوں وہ بنا دے اس کا احسان ہے۔ (اصلاح انقلاب، ص ۱۸۵، ج ۲)

عورت کے زیور کی زکوٰۃ اور صدقہ فطر وقربانی شوہر پر لازم نہیں

شوہر کے ذمہ عورت کے مملوکہ زیور کی زکوٰۃ یا اس کی طرف سے صدقہ فطر یا قربانی واجب نہیں۔ البتہ مردوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ نفقہ واجب کے علاوہ حسب وسعت کچھ خرچ ایسے مواقع کے لیے جداگانہ بھی دے دیا کریں۔

اگر ایسی رقم ان کو مل جایا کرے تو ان واجبات کی ادائیگی میں ان کو سہولت ہوگی، لیکن یہ شوہر پر واجب نہیں ہے اگر شوہر نے نہ دیا تو عورت اپنا زیور بیچ کر یہ سب حقوق (زکوٰۃ قربانی وغیرہ) ادا کرے۔ شوہر کے مال سے اس کی رضامندی کے بغیر ان عبادتوں میں (اس کا) مال صرف کرنا جائز نہ ہوگا۔ عورتیں اس میں بڑی بے احتیاطی کرتی ہیں اور اس کے ناجائز ہونے کا ان کو وسوسہ بھی نہیں آتا۔ (اصلاح انقلاب، ص ۱۸۶)

شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر کسی سائل فقیر یا مدرسہ وغیرہ میں چندہ دینا جائز نہیں

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کو کچھ دینا جائز نہیں۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''عورت خاوند کے گھر میں بلا اس کی اجازت کے کچھ خرچ نہ کرے۔ عرض کیا گیا کھانا بھی کسی کو نہ دے؟ فرمایا کھانا تو سب سے بہتر مال ہے۔''
(جمع الفوائد)

ایک حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (عورتوں کو صدقہ کی ترغیب دیتے ہوئے) من حلیکن فرمایا ہے مِن حلی الزوج نہیں فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کی خیرات کی ترغیب اپنے مملوک زیور میں ہے نہ کہ خاوند کے مملوک میں۔ (التبلیغ: ص ۳۹ ر ج ۷)

(اس سے یہ معلوم ہوا کہ) دینی مصارف میں بھی مثلاً کسی سائل (فقیر) کو دینا یا کسی مدرسہ وغیرہ کے چندہ میں دینا یا کسی عالم یا واعظ یا یتیم و مسکین وغیرہ اور محتاج کی خدمت کرنا بھی شوہر کی رضامندی کے بغیر اس کے مال میں جائز نہیں اور نہ ایسا دیا ہوا چندہ (اور خیرات) اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہے۔

حدیث میں ہے ان اللّٰہ طیّبٌ لا یقبل الا الطیب۔ یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاکیزہ ہی قبول کرتا ہے۔ (اصلاح انقلاب: ص ۱۸۵ ر ج ۲)

شوہر کے مال سے اس کی مرضی کے بغیر کوئی سامان خریدنا جائز نہیں

اسی طرح اکثر عورتوں کا بیکار (ضرورت سے زائد) چیزوں کی بے حد رسیا ہوتی ہے اور اندھا دھند خواہ ضرورت بھی نہ ہو بس پسند آنے کی دیر ہے کہ فوراً ہی خرید لیتی ہیں اور ذخیرہ کرتی چلی جاتی ہیں پھر لطف یہ کہ نہ وہ چیز کام آتی ہے نہ ان کی حفاظت کرتی ہے یوں ضائع ہو جاتی ہیں۔ تو اس طرح خاوند کے مال کو اڑانا قیامت میں موجب باز پرس ہے (یعنی قیامت میں اس کا حساب ہوگا) اسی طرح عید بقرعید اور شادی کے جوڑے شوہر کے مال سے بلا اس کی رضامندی کے بنانا عورت کے لیے جائز نہیں۔ (اصلاح انقلاب: ص ۱۸۵ ر ج ۲)

......☆☆☆☆☆......

روحانی نفقہ!

فصل نمبر......۲

روحانی نفقہ بھی واجب اور شوہر پر لازم ہے، روحانی نفقہ کی تشریح

نفقات روحانیہ سے مراد دینی تعلیم وتربیت ہے۔ اوپر اہل وعیال کے وہ حقوق بیان کیے گئے تھے جو انفاق رزق حسی (یعنی مادی رزق روٹی کپڑا مکان) سے متعلق تھے۔ رزق اور انفاق کی ایک معنوی بھی قسم ہے یعنی اہل عیال کی دینی تعلیم وتربیت کے حقوق۔

جس طرح بیوی اور اولاد اور متعلقین کی جسمانی تربیت ضروری ہے جس کا اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح علم واصلاح کے ذریعے سے ان کی روحانی تربیت اس سے زیادہ ضروری ہے۔ قرآن مجید میں نص صریح ہے قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا یعنی اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو یعنی اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اور حدیث پاک میں ہے "کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ" "تم میں سے ہر ایک حاکم ونگہبان وذمہ دار ہے اور قیامت کے روز تم میں سے ہر ایک سے اپنے محکوم ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (اصلاح انقلاب، ص ۱۹۴)

نفقات روحانیہ میں عام کوتاہی

اس میں بھی قسم قسم کی کوتاہیاں کی جاتی ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلی اور بڑی کوتاہی تو یہ ہے کہ بہت سے لوگ اس کو ضروری نہیں سمجھتے۔ یعنی اپنے گھر والوں کو نہ کبھی دین کی بات بتلاتے ہیں نہ کسی امر منکر (غلط اور برے کام) پر ان کو روک ٹوک کرتے ہیں۔ بس ان کا حق صرف اتنا ہی سمجھتے ہیں کہ ان کو ضروریات کے مطابق خرچ دیدیا اور سبکدوش (بری) ہو گئے۔

(اصلاح انقلاب، ص ۱۹۵، ج ۲)

مردوں کو عورتوں کے حقوق میں سے صرف بعض دینوی امور کا اہتمام ہے یعنی زیور کپڑے کا کھانے پینے کا۔

مردوں نے تو اپنے ذمہ عورتوں کے یہ حقوق سمجھ رکھے ہیں کہ کھانے کو دے دیا۔

کپڑا لا دیا، گھر دے دیا، کبھی بیمار ہوئیں تو علاج کرا دیا، کبھی کوئی فرمائش کی تو اس کو پورا کر دیا (یعنی اپنے ذمہ صرف دنیوی حقوق سمجھتے ہیں دینی حقوق اپنے ذمہ نہیں سمجھتے کہ ہمارے ذمہ ان کے دین کا بھی کوئی حق ہے۔ مثلاً گھر میں آ کر یہ تو پوچھتے ہیں کہ کھانا تیار ہوا یا نہیں۔ مگر یہ کبھی نہیں پوچھتے کہ تم نے نماز بھی پڑھی یا نہیں اور اگر کھانا کھانے کے واسطے گھر میں آئے اور معلوم ہوا کہ ابھی تیار نہیں ہوا ہے تو خفا ہوتے ہیں۔ یا تیار تو ہو گیا مگر مرضی کے موافق تیار نہیں ہوا تب بھی خفا ہوتے ہیں۔

اور اگر کبھی یہ معلوم ہوا کہ بیوی نے اس وقت کی نماز اب تک نہیں پڑھی (یا اپنے زیور کی اس سال اب تک زکوۃ نہیں دی) تو ان کو ذرا بھی ناگواری نہیں ہوتی۔ نہ بیوی پر خفا ہوتے ہیں۔ بلکہ اگر کسی کی بیوی عمر بھر نماز نہ پڑھے (اور کبھی زکوۃ نہ دے) تو بہت سے مردوں کو اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔

روحانی نفقہ کی اہمیت اور اس کی ادائیگی کا طریقہ

افسوس کہ ہم کو دینی حقوق پر کچھ توجہ نہیں نہ بیوی کی نماز پر توجہ ہے نہ روزہ پر۔ ان باتوں کو ان کے کانوں میں ڈالتے ہی نہیں۔ یاد رکھو قیامت میں تم سے اس کی باز پرس ہوگی۔ تم نے بیوی بچوں کو دیندار بنانے کی کتنی کوششیں کی تھیں۔

مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ نماز کے لیے ان پر حد سے زیادہ سختی کرو ہر وقت ہاتھ میں لٹھ ہی لیے رہو۔ بلکہ پہلے نرمی سے سمجھاؤ پھر برتاؤ میں ذرا ناراضگی اور رنج ظاہر کرو۔ ان شاء اللہ اس کا اچھا اثر ہوگا۔

اور ان کو اردو میں دینی رسالے پڑھاؤ، لکھاؤ سناؤ اس سے ان کے اخلاق بھی درست ہو جائیں گے اور دین کا خیال خود بخود ہوگا اور اگر پڑھنے پر آمادہ نہ ہوں تو اس صورت کے لیے میں نے بہت جگہ یہ طریقہ بتلایا ہے کہ تم ایک وقت مقرر کر کے اول سے آخر تک بہشتی زیور پوری (یا اور کوئی اس جیسی مفید کتاب اہل علم کے مشورہ سے) سنا دو اور پہلے بیوی سے بھی نہ کہو کہ یہاں بیٹھ کر سنو بلکہ خود بلند آواز سے پڑھنا شروع کرو ان شاء اللہ وہ خود شوق سے آ کر سننے گی۔ چنانچہ اس طرح عمل کرنے سے فوراً ساری شکایتیں جاتی رہیں گی۔

عورتوں کے دل پر بہت جلد اثر ہوتا ہے اگر ان کو دین کی کتابیں سنائی جائیں گی تو ان شاء اللہ بہت جلد اصلاح ہو جائے گی۔

مرد اپنی بیویوں کی شکایتیں تو کرتے ہیں کہ ایسی بدتمیز اور ایسی جاہل ہیں مگر وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر تو دیکھیں کہ انہوں نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ بس یہ اپنی راحت ہی کے ان سے طالب رہے اور ان کے دین کا ذرا بھی خیال نہیں کیا۔ عورتوں کی تو خطا ہے ہی مگر ان کی بدتمیزی میں مردوں کی بھی خطا ہے کہ یہ ان کے دین کے درستی کا اہتمام نہیں کرتے اور ان کے دینی حقوق کو ضائع کرتے ہیں۔ (حقوق البیت: ص ۳۶)

نفقات روحانیہ میں دینداروں کی کوتاہی اور عورتوں کو دیندار بنانے کا طریقہ

جو لوگ دین دار کہلاتے ہیں اور کچھ خیال ہوتا ہے تو وہ بھی یوں ہی چلتی سی بات کہہ دیتے ہیں کہ بیوی نماز پڑھا کرو۔ نماز کا ترک کرنا بڑا گناہ ہے بس اتنا کہہ کر اپنے نزدیک یہ سبکدوش (بری) ہو گئے اور جب کسی نے ان سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو نماز کے لیے تنبیہ کیوں نہیں کرتے؟ تو یہ جواب دیتے ہیں کہ کہہ تو دیا اب وہ نہیں پڑھتی تو میں کیا کروں۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ انصاف سے بتائیے کہ آپ نے نماز (اور زکوۃ وقربانی) کے لیے بھی اسی طرح کہا تھا جیسے نمک کے تیز ہونے پر کہا تھا؟ اور اگر ایک دو دفعہ کے کہنے سے اس نے نمک کی درستگی کا اہتمام نہ کیا تو وہاں بھی آپ ایسے ہی خاموش ہو جاتے ہیں جیسے نماز کے لیے ایک دو دفعہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ ہرگز نہیں۔ نمک تیز ہونے پر تو آپ سر توڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور ایسی برح طرح ناراضگی ظاہر کرتے ہیں کہ بیوی سمجھ جاتی ہے کہ میاں بہت ناراض ہو گئے ہیں۔ اس لیے وہ بہت جلد نمک کی اصلاح کا اہتمام کرتی ہیں۔

صاحبو! نماز کے لیے آپ نے اس طرح کبھی نہیں کہا جس سے بیوی سمجھ جائے کہ میاں ناراض ہو گئے ہیں اگر یہاں بھی اس طرح ناراضگی ظاہر کرتے تو وہ بھی ضرور اہتمام کرتی اور اگر ایک دفعہ کے کہنے سے نہ پڑھتی تو دوسرے وقت پھر خفا ہوتے۔ پھر نہ پڑھتی تو تیسرے وقت پھر کہتے اور جب تک وہ نماز نہ پڑھتی برابر کہتے رہتے اور مختلف طریقوں سے اپنی ناراضگی ظاہر کرتے۔ مثلاً پاس لیٹنا ترک کر دیتے، یا اس کے ہاتھ کا پکا ہوا نہ کھاتے جیسا کہ نمک تیزی پر ایک ایک بار خفا ہونے سے اثر نہ ہوا تو آپ خاموش نہیں ہو جاتے بلکہ برابر کہتے رہتے ہیں اور وہاں کبھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ اتنی دفعہ تو کہہ دیا ہے اب بھی وہ نہیں مانتی تو کیا کروں بس خاموش ہو جاؤں۔

انصاف سے بتائیے کہ ہم نے کھانے کے بارے میں بھی اپنے جی کو اسی طرح سمجھا لیا ہے جیسا کہ نماز کے بارے میں سمجھا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں یہ تو سراسر کوتاہی ہے۔ اگر آپ بیوی کو نمازی

بنانا چاہیں تو کچھ دشوار نہیں۔ کیونکہ عورت حاکم نہیں بلکہ محکوم (ماتحت و تابع) ہے چنانچہ اپنی غرض کے لیے ان پر حکومت بھی کی جاتی ہے مگر دین کے لیے اس حکومت سے ذرا بھی کام نہیں لیا جاتا۔ یہ تو کوتاہی ہے۔ (حقوق البیت۔ ص ۴۰)

☆☆☆☆☆

فصل نمبر......۳

دیگر حقوق ضروریہ کی تفصیل

نفقہ کے علاوہ جیب خرچ بھی بیوی کا حق ہے

بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو کچھ رقم ایسی بھی دو جس کو وہ اپنے جی آئی (مرضی کے مطابق) خرچ کر سکے جس کو جیب خرچ کہتے ہیں) اس کی تعداد اپنی اور اپنی بیوی کی حیثیت کے موافق ہو سکتی ہے مثلاً روپیہ دو روپیہ، دس پچاس روپے جیسی گنجائش ہو۔ یہ رقم خرچ سے علیحدہ دو لیکن صاف کہہ دو کہ وہ رقم صرف گھر کے خرچ کی ہے اور یہ تمہارا جیب خرچ ہے۔ یہ تمہاری ملک ہے۔ اس کو جہاں چاہو خرچ کرو۔

جب تم خرچ الگ دو گے تو تمہارا یہ کہنے کو منہ ہوگا کہ یہ رقم جو گھر کے خرچ کے لیے دی ہے امانت ہے۔

کیوں کہ آدمی کے پیچھے بہت سے خرچ ایسے بھی لگے ہوئے ہیں جو اپنی ذات خاص کے ساتھ ہیں۔ اگر بیوی کو کوئی رقم ذات خاص کے خرچ کے لیے نہ دی گئی جس کو جیب خرچ کہتے ہیں تو وہ امانت میں خیانت کرنے پر مجبور ہوگی۔ اس صورت میں اس پر تشدد کرنا ایک گونا ظلم اور بے تمیزی ہے۔ (التبلیغ: ص ۳۶ ج ۷، ملفوظات اشرفیہ: ص ۱۳۰)

جیب خرچ دینے کی واقعی ضرورت

چونکہ دینی و دنیوی مصارف (اخراجات) کی حاجت اکثر واقع ہوتی رہتی ہے اور عورتوں کے پاس اکثر جداگانہ مال نہیں ہوتا اس لیے مردوں کو مناسب ہے کہ نفقہ واجبہ (اور مہر) کے علاوہ حسب حیثیت کچھ خرچ ایسے مواقع کے لیے علیحدہ بھی دے دیا کریں۔ پھر اس کا حساب نہ لیا کریں۔ تا کہ وہ اپنی مرضی کے موافق آزادی کے ساتھ بے تکلف ایسے مصارف میں صرف کر سکیں۔

نیز شوہر کے ذمہ عورت کے زیور کی زکوۃ یا اس کی طرف سے صدقہ فطر یا قربانی واجب نہیں سو ایسی رقم اگر ان کو مل جایا کرے گی تو ان واجبات کی ادائیگی میں ان کو سہولت ہوگی لیکن چونکہ شوہر پر واجب تو ہے نہیں اگر شوہر نے نہ دیا تو عورت اپنے زیور بیچ کر یہ سب حقوق اس سے ادا کرے شوہر کے مال سے اس کی رضا کے بغیر ان عبادات میں صرف کرنا

جائز نہ ہوگا۔ عورتیں اس میں سخت بے احتیاطی کرتی ہیں۔ شوہر کے مال کا اپنے کو بالکل مالک سمجھتی ہیں یہ باطل اور بالکل غلط ہے۔ (اصلاح انقلاب: ص ۱۶۸ ارج ۳)

بیوی کی دلجوئی کرنا اور تکلیف دہ بات پر صبر کرنا بھی ان کا حق ہے

صرف نان ونفقہ ہی عورت کا حق نہیں ہے بلکہ یہ بھی حق ہے کہ ان کی دلجوئی کی جائے۔ حدیث میں ہے:

"اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ"

"یعنی عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس مثل قیدی کے ہیں" اور جو شخص کسی کے ہاتھ میں قید ہو اور ہر طرح اس کے بس میں ہو اس پر سختی کرنا جواں مردی کے خلاف ہے۔

دلجوئی کے معنی یہ ہیں کہ ایسی کوئی بات نہ کہو جس سے اس کا دل دکھے اس کو تکلیف ہو۔ نان نفقہ وغیرہ ضابطہ کے حقوق کو تو سب جانتے ہیں اور وہ محدود حقوق ہیں، لیکن دلجوئی ایسا مفہوم ہے جس کی تحدید (حد بندی) نہیں ہو سکتی۔ کہ جس بات سے عورتوں کو اذیت ہو وہ مت کرو بھلا اس کی تحدید کیسے ہو سکتی ہے۔ اب کیا جا سکتا ہے کہ عورت کے حقوق غیر محدود ہیں۔

(التبلیغ وعظ کساء النساء: ص ۱۳۲ ارج ۷)

دلجوئی کے خاطر جھوٹ بولنا

بیوی کا صرف یہ حق نہیں کہ اس کو کھانا کپڑا دے دے، بلکہ اس کی دلجوئی بھی ضروری ہے۔ دیکھیے فقہاء کرام نے بیوی کی دلجوئی کو یہاں تک ضروری سمجھا ہے کہ اس کی دلجوئی کے لیے جھوٹ بولنا بھی جائز فرمایا ہے۔ اس سے اس امر کی کتنی بڑی تاکید ثابت ہوتی ہے اور یہاں سے بیوی کے حق کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کی دلجوئی کے لیے خدا نے بھی اپنا حق معاف کر دیا۔

(ملفوظات اشرفیہ: ص ۳۶۴)

فرمایا اپنی عورتوں کی دلجوئی کرنا اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ ان کو یہ خیال نہ ہو کہ اگر ہم بھی پردہ نہ کرتے تو دوسری بے پردہ عورتوں کی طرح ہمارے کام بھی آسانی سے پورے ہوتے۔ (اس لیے) ان کی خدمت کرے تاکہ وہ یقین کر لیں کہ اگر ہم پردہ نہ کرتے تو مرد ہماری اتنی خدمت نہ کرتے۔ حاصل یہ کہ مرد کے طرز عمل سے عورتوں کو پردہ کا موجب راحت ہونا معلوم ہو جائے اور بے پردگی کی ترجیح کا وسوسہ بھی نہ آئے۔ (القول الجلیل: ص ۷۶)

دلجوئی کا طریقہ

عورتوں کا پردہ ضرور ہو مگر پردہ میں اس کی دلجوئی کے سامان بھی مہیا ہوں یہ نہیں کہ میاں صاحب نماز کو جائیں تو باہر سے تالا لگا کر جائیں۔ کسی کو اس سے ملنے نہ دیں اس کی دمراحت (بات چیت جیسی تفریح) کا سامان نہ کریں۔ بلکہ مردوں کو لازم ہے کہ پردہ میں عورتوں کی دلچسپی کا ایسا سامان مہیا کریں کہ ان کو باہر نکلنے کی ہوس ہی نہ ہو (بشرطیکہ حدود جواز میں خلاف شرع نہ ہو) سمجھنے کی بات ہے کہ اگر مردوں کو کسی وقت وحشت ہوتی ہے تو باہر جا کر ہم جنسوں (یار دوستوں) میں دل بہلا سکتے ہیں۔ یہ بے چاری عورتیں پردہ میں اکیلی کس طرح دل بہلائیں۔

تم کو چاہیے یا تو خود اس کے پاس بیٹھو۔ یا تم کو فرصت نہیں ہے تو کسی اس کی ہم جنس عورت کو اس کے پاس رکھو۔ اگر کسی وقت کسی بات پر شکوہ وشکایت بھی کرے تو معمولی بات پر برا مت مانو۔ تمہارے سوا اس کا ہے کون؟ جس سے وہ شکایت کرنے جائے۔ اس کی شکایت کو ناز وحجت پر محمول کرو کیوں کہ ہماری عورتوں میں محبت کا مادہ اس قدر ہے کہ قریب قریب عشق کا مرتبہ ہے۔

(التبلیغ ص ۱۳۶ ج ۷)

رات میں بیوی کے پاس رہنا بھی اس کا حق ہے

شریعت نے جو حقوق معاشرت ہمارے ذمہ کیے ہیں۔ عموماً ان کو مرد اپنے ذمہ نہیں سمجھتے۔ مثلاً بعض گھروں میں دیکھا ہے کہ مرد بیوی سے بالکل لاپرواہ رہتا ہے۔ سال سال بھی تک باہر بیٹھک میں سوتے ہیں گھر میں نہیں سوتے۔ اب یا تو کہیں اور تعلق پیدا کیا جاتا ہے یا ویسے ہی باہر سوتے رہتے ہیں اور بیوی کے حق سے غافل ہیں۔ حالانکہ رات کو اس کے پاس سونا بھی شرعاً اس کا حق ہے۔

بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ بات بات میں عورتوں کی خطائیں نکالی جاتی ہیں اور ان کی وجہ سے بات چیت ترک کر دی جاتی ہے۔ یا گھر میں سونا چھوڑ دیا جاتا ہے مگر وہ خطا اس درجہ کی نہیں ہوتی۔ (حقوق البیت ص ۳۱)

بیوی سے باتیں کرنا اور اس کو خوش رکھنا بھی اس کا حق ہے

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو بزرگ کہلاتے ہیں یا کسی بزرگ کے مرید ہیں نماز، روزہ، ذکر وشغل کے پابند ہیں اپنے نزدیک گویا جنت خرید رہے ہیں مگر بیوی کے حقوق سے غافل ہیں۔ یاد رکھو! بیوی کا یہ حق ہے کہ ایک وقت میں اس سے بات چیت بھی کی جائے اور اس کی تکلیف

وراحت کی باتیں بنی جائیں۔۔ دلجوئی کی باتوں سے اس کو خوش کیا جائے۔ مگر اس حق سے دیندار و دنیادار سب ہی غافل ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ان حقوق کو اپنے ذمہ سمجھتے ہی نہیں۔ بس کھانا کپڑا ہی اپنے ذمہ سمجھ لیا ہے۔ (حقوق البیت: ص ۳۱)

اپنے ہاتھ سے بیوی کو کھلانے میں بھی ثواب ملتا ہے بیوی کا جی خوش کرنے کی خاطر کوئی سامان خریدنے میں بھی ثواب ملتا ہے

(۱) اگر بیوی کا جی خوش کرنے کے لیے بلاضرورت بھی کوئی چیز خرید لو تو وہ بھی اسراف نہیں کیونکہ تطییب قلب زوجہ (بیوی کا جی خوش کرنا) بھی مطلوب ہے بشرطیکہ اس میں۔ طاقت سے زیادہ قرض نہ ہو۔

(۲) بیوی کو کچھ کھلا دینا بھی خیرات ہی ہے (یعنی اس میں بھی اللہ تعالیٰ ثواب دیتے ہیں۔)
(رضاء الحق: ص ۱۲۲، ملحقہ تسلیم رضاء)

گھر کا انتظام خود یا بیوی کے ہاتھ میں ہونا چاہیے

میں فتویٰ تو نہیں دیتا لیکن مشورہ ضرور دوں گا کہ گھر کا انتظام بیوی کے ہاتھ میں رکھنا چاہیے۔ یا خود اپنے ہاتھ میں رکھے اور دوسرے کے ہاتھ میں نہیں ہونا چاہیے خواہ وہ بھائی بہن یا ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ ورنہ اس بیوی کی بڑی دل شکنی ہوتی ہے، اس لیے یا تو خاوند خرچ اپنے ہاتھ میں رکھے ورنہ رشتہ داروں میں سب سے زیادہ مستحق وہی ہے۔ بیوی کا صرف یہی حق نہیں کہ اس کو کھانا کپڑا دے دیا بلکہ اس کی دلجوئی بھی ضروری ہے۔ (حسن العزیز: ص ۲۰۲، ج ۱)

----☆☆☆☆☆----

فصل نمبر......۴

بیویوں کو ناز کرنے کا حق ہے

ازواج مطہرات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ناز کرنا

واقعۂ افک میں جب منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا۔ تو ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ "اے عائشہ! اگر تم بالکل بری ہو تو حق تعالیٰ تمہاری برأت ظاہر کردیں گے اور اگر واقعی تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو حق تعالیٰ سے توبہ استغفار کرلو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور عرض کیا کہ میں نہیں جانتی کہ اس بات کا کیا جواب دوں، واگر میں یہ کہوں کہ میں بالکل بری ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں بالکل بری ہوں تو اس کو آپ لوگوں کے دل قبول نہ کریں گے اور اگر میں یہ کہہ دوں کہ ہاں مجھ سے غلطی ہوئی اور خدا جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو اس بات کو آپ فوراً تسلیم کرلیں گے۔ پس اس وقت میں وہی بات کہتی ہوں جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔ (صبر بہتر ہے اللہ ہی مددگار ہے) یہ کہہ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بستر پر لیٹ گئیں اور رونے لگیں۔

اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے آثار نمایاں ہوئے تھوڑی دیر بعد جب وحی ختم ہوچکی تو پہلی بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلی وہ یہ تھی "اَبْشِرِیْ یَا عَائِشَۃُ فَقَدْ بَرَّاَکِ اللّٰہُ۔ یعنی عائشہ! خوشخبری سن لو حق تعالیٰ نے تمہاری برأت ظاہر کردی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیات پڑھ کر سنائیں جو اس وقت نازل ہوئی تھیں۔ اس بات کو سنتے ہی ہر شخص کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔

واقعۂ افک میں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں وحی نازل ہوچکی تو ان کے والدین نے ان سے کہا قومی الیہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان کا شکریہ ادا کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے فرمایا: "قومی یا عائشہ وقبلی۔ یعنی عائشہ! اٹھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ وَاِنِّیْ لَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ بَرَائَتِیْ

اَوْ کَمَا قَالَ''

بخدا میں آپ کے پاس اٹھ کر نہ جاؤں گی اور اپنے خدا کے سوا کسی کی حمد نہیں کرتی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مجھے آلودہ سمجھ ہی لیا تھا خدا تعالیٰ نے مجھے بری کیا۔ واللہ میں تو نہیں اٹھتی نہ میں کسی کا شکریہ ادا کروں سوائے اللہ تعالیٰ کے کہ اسی نے میری برأت نازل فرمائی۔

ظاہر میں یہ کتنا سخت لفظ ہے کہ حضور کے منہ ہی پر کہتی ہیں کہ میں تو نہیں اٹھتی نہ میں کسی کا شکریہ ادا کروں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل ملال نہ ہوا کیونکہ ناز محبوبانہ تھا۔

اب مردوں کو سمجھنا چاہیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات کس بناء پر تھی؟ اس کا منشاء (اور سبب) وہی ناز تھا جو بیوی کی تعلق دوستی کی وجہ سے شوہر پر ہوتا ہے اور شریعت نے عورتوں کی اس قسم کی باتوں پر جو وہ ناز میں کہہ ڈالیں کوئی مواخذہ نہیں کیا۔

اگر عورت کو ناز کا حق نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات پر ضرور تنبیہ فرماتے کیونکہ ظاہر میں یہ کلمہ نہایت سخت تھا اور احتمال تو ہو ہی نہیں سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعیہ میں کسی کی رعایت فرمائیں۔

چنانچہ ایک عورت نے چوری کی تھی جن کا نام فاطمہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرعی حکم کے موافق ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا لوگوں نے سفارش کرنا چاہی اور حضرت اسامہ بن زید کو سفارش کے لیے تجویز کیا، کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور محبوب زادہ تھے چنانچہ وہ بھولے پن میں سفارش کر بیٹھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت برہم ہوئے اور فرمایا کہ حدود میں سفارش کرنا پہلی امتوں کو ہلاکت میں ڈال چکا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہوتی (نعوذ باللہ) تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

(ابوداؤد شریف: ص ۲۵۳ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعیہ میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے اور نہ کر سکتے تھے تو اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول خلاف شریعت ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہرگز رعایت نہ فرماتے اور ضرور تنبیہ فرماتے۔ پس ثابت ہوا کہ ان کا یہ کہنا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھ کر نہیں جاتی اور اپنے خدا کے سوا کسی کا شکریہ ادا نہیں کرتی خدا اور رسول کے حکم کے خلاف نہ تھا۔

تو بیوی کا شوہر سے وہ تعلق ہے جس میں اتنی بڑی بات کو خدا اور رسول نے گوارہ کر لیا ورنہ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گرفت فرماتے یا اس پر کوئی آیت ضرور نازل ہوتی چنانچہ ایک مرتبہ ازواج

مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خرچ زیادہ مانگا تھا۔ تنگی کے زمانے میں تو انہوں نے ایسی درخواست کبھی نہیں کی حتیٰ کہ تنگی کے زمانے میں بعض وقت پانی بھی گھر میں نہیں ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ شکایت نہیں کی۔ ہاں جب فتوحات سے سب مسلمان مالدار ہونے لگے اور تنگی رفع ہوگئی اس وقت انھوں نے بھی اپنے لیے وسعت چاہی۔ مگر یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم مذاق کے خلاف تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیبیوں کے لیے تو کیا وسعت پسند کرتے اپنی بیٹی تک کے لیے بھی اس کو گوارہ نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ یہ دعا فرماتے تھے" اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا "یعنی اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں کا رزق بقدر قوت کر دیجئے جس سے زندگی قائم رہ سکے۔ غرض مال کا زیادہ ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاق کے خلاف تھا۔ اس لیے ازواج مطہرات کی اس فرمائش سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنگ دل ہوئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا الآیۃ یعنی ازواج مطہرات سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیا چاہتی ہو اس صورت میں تم میرے پاس نہیں رہ سکتیں آؤ میں تم کو متاع دنیا دے کر خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اگر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کی طالب ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت نازل ہوئی تو سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کم عمر تھیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آیات سنانے سے پہلے فرمایا کہ اے عائشہ! میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں، مگر اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات ان کو سنائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ مضمون سن کر جوش ہوا اور عرض کیا" افی ھذا استامر ابوی "کیا میں اس بات کے لیے اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی۔ میں نے اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آخرت کو اختیار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب سے بہت مسرور ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کسی اور بی بی سے یہ نہ کہیے کہ عائشہ نے یہ جواب دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھ سے کسی نے پوچھا تو میں چھپاؤں گا نہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ حق تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو زیادہ خرچ مانگنے سے منع فرمایا اور ناز کی بات منع نہیں فرمایا، معلوم ہو کہ ناز کرنے میں اتنی برائی نہیں تھی جتنی کے زیادہ خرچ مانگنے میں

تھی۔ مگر آج کل کتنی الٹی بات ہے کہ زیادہ خرچ مانگنے کو برا نہیں سمجھتے ہیں جو کسی درجہ میں مذموم بھی ہے اور بیوی کے ناز اور بے تکلفی کو برا سمجھتے ہیں جو ذرا بھی بری بات نہیں۔

ازواج مطہرات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ناز کرنا

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ بعض ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زور سے بولتیں اور ضد کے ساتھ فرمائشیں کرتی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اس وقت حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ بنت عمر (رضی اللہ عنہا) موجود تھیں ان کو ڈانٹا کہ تم ڈرتی نہیں ہو؟ دوسری عورتوں کی ریس میں تم نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زور سے بولنا شروع کیا ہے؟ یاد رکھو ہلاک ہو جاؤ گی۔

ازواج مطہرات کا یہ زور سے بولنا اس وجہ سے تھا کہ وہ جانتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض نہ ہوں گے۔

ورنہ رفع صوت (آواز کو بلند کرنا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سخت معصیت تھا (سورہ حجرات میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (التبلیغ: ص ۱۳۶ ارج ۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ناز ونخرہ

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر کے اندر یہ حالت تھی کہ بعض دفعہ بیویاں روٹھ جاتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹال دیتے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیویوں سے روٹھ گئے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے تو دروازہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا چلا کر بات کرتے ہوئے سنا۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو) غصہ آیا۔ جب اندر پہنچے تو صاحبزادی (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے کہتے ہیں۔ میں بھی سن رہا ہوں کہ تو حضور کے سامنے زور زور سے بول رہی ہے یہ کہہ کر طمانچہ مارنے کو ہاتھ اٹھایا فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روک لیا، جب حضرت صدیق اکبر چلے گئے تو حضور حضرت عائشہ سے فرماتے ہیں، دیکھا میں نے تم کو کیسا بچالیا ورنہ پٹ گئی ہوتیں۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''میں پہچان جاتا ہوں جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔ عرض کیا، حضور کس طرح پہچان لیتے ہیں۔ فرمایا، جب تم راضی ہوتی تو اپنی بول چال میں یوں کہتی ہو''لا ورب محمد'' (نہیں محمد کے رب کی قسم) اور جب ناراض ہوتی تو یوں کہتی ہو''لا ورب ابراھیم'' اس وقت رب محمد نہیں

گئی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، حضور! واقعی آپ کا خیال ٹھیک ہے، مگر میں غصہ کی حالت میں بھی صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں یعنی دل سے آپ کو نہیں بھولتی۔

جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بہت تعلق تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی سب سے زیادہ آپ کی عاشق تھیں۔ انہیں کا یہ شعر ہے:

لواحي زليخا لو رأين جبينه لآثرن بالقطع القلوب على الأيدي

(اگر زلیخا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی پیشانی دیکھ لیتی تو وہ یقیناً ہاتھوں کی بجائے اپنے دل کو کاٹ لیتی)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشق زار تھیں مگر پھر بھی کبھی کبھی الجھ جاتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ کہتے کیونکہ درحقیقت یہ اظہار ناراضگی نہیں تھی بلکہ ناز تھا۔

(التبلیغ: ص ۱۳۳، ج ۲۷، وعظ کسر النساء)

..... ☆☆☆☆☆ .....

باب: ۱۰

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت اور اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیویوں کے ساتھ ایسے عجیب اخلاق تھے کہ آج کل کے مدعیان تہذیب سنیں تو شاید حیرت کریں۔ مگر ہم کو ان کی حیرت واستعجاب کی پرواہ نہیں۔ ہم ان کی اس بے وقوفی پر ہنسیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وواقعات کو کسی نکتہ چینی کے خوف سے مخفی نہ رکھیں گے۔

ہمارا مذہب ایسا نہیں کہ جس کی باتوں کو چھپا چھپا کر رکھا جائے ہم علی روس الاشہاد (برسرعام) اس کو پیش کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ دنیا میں سب لوگ بے وقوف ہی نہیں بلکہ بہت سے اہل عقل بھی دنیا میں موجود ہیں۔ جو ان باتوں کی قدر کریں گے۔ (التبلیغ ،ص ۱۳۱ ج ۷)

بیوی کی دلجوئی اور اس کے جذبات کی رعایت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی بیویوں کے ساتھ یہ اخلاق تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ سب بیویوں سے عمر میں کم تھی تو آپ ان کی عمر کے موافق ان کی دلجوئی فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ایک مرتبہ دوڑے بھی ہیں چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بچی اور چھریرے بدن کی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی عمر کے تھے آپ کا جسم مبارک بھاری ہو چکا تھا، اس دوڑ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گئیں کچھ عرصہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر ایک مرتبہ دوڑے، اس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے، کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بدن ذرا بھاری ہو گیا تھا۔ عورتیں بہت جلدی بھاری ہو جاتی ہیں، ان کا نشوونما جلدی ہوتا ہے اس وقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ نکل سکیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تلک بتلک'' ''یہ پہلی بار کا بدلہ ہے کہ تم پہلے آگے نکل گئی تھیں۔ سبحان اللہ کیا کہنا ہے آپ کے اخلاق کا۔

(التبلیغ وعظ کساء ،ص ۱۳۲ ج ۷، والتبلیغ: ۱۳۲ ج ۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے ساتھ دوڑ کی ہے تو کیا تمہارے نزدیک معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فضول کام کیا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ کی ہے اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ نے امت کو تعلیم دی ہے کہ اگر زیادہ عمر والا کمسن (کم عمر والی لڑکی سے شادی کرے تو اس کو یہ نہیں چاہیے کہ اپنی طرح اس بچی کو بھی دانا بنا کر رکھے بلکہ اس کے جذبات کی بھی رعایت رکھے۔

بچیوں کی طبیعت کھیل کود کو چاہا کرتی ہے تو اس کو اس کا موقع دینا چاہیے اور اگر وہ شوہر سے لحاظ وادب سے کھیل کود میں شرم کرتی ہو تو اس کی صرف قولاً (زبان) سے نہیں بلکہ عملاً اجازت دینی چاہیے۔ اسی لیے آپ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑے۔

اور بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حبشی بچوں کا کھیل بھی دکھلایا ہے جو مسجد کے فنا (احاطہ) میں تیروں سے کھیل رہے تھے۔

اپنے ان کو گڑیوں سے کھیلنے کی بھی اجازت دی اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ محلہ کی لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر تشریف لاتے دیکھ کر گڑیوں کے کھیل سے متفرق ہو جاتیں تو آپ ان کو جمع کر کے لاتے کہ میں کچھ نہیں کہتا میں کچھ نہیں کہتا تم اطمینان سے کھیلو۔

ان سب امور میں امت کو تعلیم دی گئی ہے کہ بوڑھا مرد کمسن لڑکی سے شادی کر کے اس کے ساتھ کیسے معاشرت کرے۔ پس چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان افعال کو حسن معاشرت میں دخل ہے جو شرعاً مطلوب ہے۔ نیز ان واقعات میں امت کو بھی حسن معاشرت کی تعلیم ہے اس لیے یہ فضول نہیں ہیں۔ (التبلیغ وعظ ماعلیہ الصبر: ص ۱۵۳ ج ۱۷)

آدمی کا مزاج اور گھر میں اس کا کردار کیسا ہونا چاہیے؟

میرے متعلقین میں سے ایک شخص ہیں جن میں متانت اور سنجیدگی زیادہ ہے جہاں بیٹھتے ہیں بڑے وقار کے ساتھ بیٹھتے ہیں کیا مجال ہے جو ہنسی آجائے یا کسی سے کھل کر بات بھی کر لیں۔

اس کے متعلق ایک دفعہ میں نے تقریر کی کہ یہ سنجیدگی ہمیں پسند نہیں آدمی کو چاہیے کہ ہنستا بولتا رہے۔ یہ کیا کہ ہر وقت منہ چڑھا ہوا ہے۔ ایسے آدمی کو کسی سے انس (اور میل جول) نہیں ہوتا آپ نے اس کا نام وقار رکھا ہے دراصل یہ کبر ہے۔

بھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ باوقار کون ہوگا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خندہ پیشانی سے ملتے تھے صحابہ کے ساتھ بولتے تھے، لوگ جس قسم کی بات کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شریک رہتے۔ ہمارا وقار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہو سکتا۔

میری عادت ہے کہ میں مدرسہ میں بیٹھ کر دوستوں کے سامنے اپنے گھر کے حالات و

واقعات بھی کہہ ڈالتا ہوں۔ اس سے ان صاحب کو اختلاف تھا وہ کہتے تھے کہ گھر کی باتیں مجمع میں بیان کرنا متانت و سنجیدگی کے خلاف ہے۔ انہوں نے تو یہ بات خیر خواہی سے کہی ہوگی لیکن میں اس کو غلط سمجھتا ہوں۔

میں نے کہا ہو نہ ہو متانت و سنجیدگی اس کو نہیں کہتے متانت بھی وہی ہے جو سنت سے ثابت ہو۔ آپ اس متانت کی بدولت بعض سنتوں سے محروم ہیں۔ اچھا سچ بتاؤ! کبھی تم نے اس سنت پر بھی عمل کیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ یعنی بیوی کے ساتھ دوڑنا۔ اور بحمد للہ مجھے یہ دولت نصیب ہوئی ہے۔ ہم نے اس سنت پر بھی عمل کیا ہے۔ تم اس متانت ہی میں رہو گے جس کی بدولت سنت معاشرت مع الازواج (یعنی بیویوں کے ساتھ معاشرت کی سنت) پر عمل کبھی نصیب نہ ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ تھی کہ بکری کا دودھ اپنے ہاتھ سے دوہ لیتے۔ ترکاری کاٹ لیتے اور گھر کے کاموں میں گھر والوں کی مدد فرماتے۔ الحمدللہ اس پر بھی ہمیں عمل کی توفیق ہو رہی ہے۔

یاد رکھئے سنت طریقہ یہی ہے کہ مسلمان سیدھا سادہ بن کر رہے جو ابن کر نہ رہے کہ جہاں بیٹھیں ایسے بیٹھیں جیسے مجمع کے سردار ہیں۔

(التبلیغ: ص ۱۳۳ ج ۷، وعظ کساء النساء)

.....☆☆☆☆☆.....

فصل نمبر......۱

خوشگوار پسندیدہ زندگی

میاں بیوی میں ہنسی مذاق حضرت علی و حضرت فاطمہ کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہنسی کے طور پر عورتوں کے مذمت میں ایک شعر حضرت فاطمہ کے سامنے پڑھا:

''ان النساء الشیاطین خلقن لنا نعوذ باللّٰہ من شر الشیاطین''

ترجمہ:''بیشک عورتیں ہمارے لیے شیطان پیدا کی گئی ہیں۔ ہم خدا کی شیاطین کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔''

''اِنَّ النِّساء ریاحین خلقنَ لکم و کلکمُ یشتمی شَمَّ الرّیاحین''

ترجمہ:''بلاشبہ عورتیں پھول ہیں جو تمہارے لیے پیدا کی گئی ہیں اور تم میں سے ہر شخص پھولوں کی جانب مائل ہوتا ہے۔'' (التبلیغ وعظ درجات الاسلام: ص ۱۰۸ ج ۲۰)

لطف کیسی زندگی میں ہے؟ گھر کی جنت

بیوی کی خاطر داری کرنے (اور اس کو آرام پہنچانے میں) دنیا کی بھی تو بڑی مصلحت ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ اس سے زندگی لطف کے ساتھ گذرتی ہے۔ ایک دوسرے کی راحت و رنج کا شریک ہوتا ہے۔ اگر میاں بیوی میں موافقت اور بے تکلفی اور انشراح ہو تو پھر زندگی کا کیا (عجیب) لطف ہے۔

لطف تو اسی میں ہے کہ آدمی دن بھر کا تھکا ماندہ جائے تو گھر والوں کی باتوں سے جی خوش کرے۔ وہ اس کو راحت دیں، یہ ان کی راحت کا خیال رکھے۔

جن لوگوں کی معاشرت گھر والوں کے ساتھ عمدہ ہے واقعی ان کو دنیا ہی میں جنت نصیب ہے۔ یہ راز ہے اہل اللہ کی دلجوئی میں وہ اسی لیے اپنے گھر والوں کو راحت پہنچاتے ہیں تا کہ زندگی لطف کے ساتھ گزرے۔

اور جہاں ہر وقت جوتی بیزار (لڑائی جھگڑا تکرار و مباحثہ) ہو وہاں کوئی خوشی نہیں۔ یہ کیا زندگی ہے کہ دن بھر تو کام میں تھکے، اب شام کو گھر جا کر بھی رنج و غم کی باتیں کی جائیں، مگر آج کل

لوگوں کے مزاج بگڑ گئے ہیں۔ بے حسی چھا گئی ہے وہ اسی حالت میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ مگر جن کو ذرا بھی حس ہے وہ تو اس کو دنیا ہی میں دوزخ سمجھتے ہیں۔

(التبلیغ خیر الارشاد: ص ۱۳۵ ار ج ۱۴)

عورتیں کہا کرتی ہیں کہ کسی کا ہاتھ چلے کسی کی زبان چلے مگر ایسی زندگی میں کچھ لطف نہیں کہ چار دن ہنس بول لیے اور دس دن کو لڑ جھگڑ لیے زندگی کا لطف تو جب ہی ہے کہ جانبین (دونوں طرف سے) ایک دوسرے کے حقوق کی پوری رعایت ہو۔ (حقوق الزوجین: ۱۳۹)

بیوی کی راحت کا خیال اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دین و دنیا سب کچھ سکھلا دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قبرستان جانے کے لیے آہستہ سے اٹھے جوتے پہنے۔ آہستہ سے کواڑ کھولے۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال کرنے پر فرمایا کہ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ شاید تم جاگ جاؤ اور تنہا گھبراؤ، دیکھئے بیوی کی راحت کا اتنا خیال ہے جو ہر طرح تابع ہے۔

اور اب تو باوا (باپ دادا) کا بھی اتنا خیال نہیں ہوتا جو ہر طرح متبوع ہے۔

(الافاضات الیومیہ: ص ۱۵۳ ار ج ۲)

حدیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بستر سے اٹھے اور آہستہ سے جوتیاں پہنیں اور آہستہ ہی سے دروازہ کھولا اور آہستہ ہی سے بند کیا۔" حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"وفتح الباب رویدا واغلق الباب رویدا وخرج رویدا"

(یعنی آپ نے آہستہ سے دروازہ کھولا آہستہ سے دروازہ بند کیا اور آہستہ سے باہر نکلے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شبہ ہوا کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور بیوی کے یہاں جا رہے ہیں اور وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عاشق تھی اور عشق میں یہ حالت ہوا کرتی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا بے تکلفی کا تعلق تھا اور پھر وہ آپ پر عاشق تھیں چنانچہ کہتی تھیں:

"لواحی زلیخا لورأین جبینہ لاثرن بالقطع القلوب علی الید" یعنی اگر زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں آپ کی جبین مبارک کو دیکھ لیتیں تو بجائے ہاتھوں کے قطع کرنے کے قلوب کو قطع کر لیتیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس قدر عاشق زار تھیں تو آپ کے کسی بھی فعل سے ان کو اذیت نہ ہوتی، مگر اس پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رعایت کی کہ رات کو جب اٹھے تو سارے کام آہستہ کیے تا کہ ان کی نیند میں خلل نہ آئے۔ سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو جہاں ناگواری کا احتمال بھی نہ ہوتا وہاں بھی ایسے امور کی رعایت فرماتے تھے اور ہماری یہ حالت ہے کہ رات کو اٹھے تو دھڑ ادھڑ کرنا شروع کر دیا خصوصاً اگر انگریزی جوتے ہوں، یا رات کو ڈھیلے لیتے ہیں تو بجز بجز توڑتے ہیں۔ حالانکہ اس سے لوگوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ (حقوق و فرائض: ص ۳۳۷)

بیوی کو عیش و آرام سے رکھنے میں اپنا فائدہ ہے

یہاں پر بعض عورتیں عیش اور راحت میں ہیں اور تقریباً چالیس ۴۰ پینتالیس ۴۵ سال ان کی عمر ہے، مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی سال دو سال کی بیاہی ہوئی ہیں اور ان کو کوئی پچیس برس کی عمر زائد نہیں بتلا سکتا تو بی بی کو عیش و آرام رکھنے میں ایک یہ بھی بڑی حکمت ہے کہ وہ تندرست رہے گی ضعیفی (اور بڑھاپے) کا اثر جلدی نہ ہوگا اور لمبی مدت تک ان کے کام کی رہے گی مگر لوگ اپنی راحت و مصلحت کا خیال کر کے بھی تو ان کی رعایت نہیں رکھتے۔

(الافاضات الیومیہ: ص ۲۰۴ ج ۳ زهرة النساء)

.....☆☆☆☆☆.....

باب:۱۱

عورتوں کے احسانات اور ان کی خوبیاں وقربانیاں

عورتوں کی قدر واہمیت

مردوں نے تو یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم عورتوں کو کھانا کپڑا دیتے ہیں بس اس سے سارا حق ادا ہو گیا اور اس کے بعد جو کچھ حقوق ہیں عورتوں ہی کے ذمہ ہیں ہمارے ذمہ کچھ نہیں، مگر میں کہتا ہوں کہ تمہارے کھانے کپڑے کے عوض میں تمہاری بیویاں اس قدر خدمت کرتی ہیں کہ اتنی تنخواہ میں کوئی نوکر یا ماما ہرگز نہیں کر سکتی، جس کو شک ہو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے۔ بغیر بیوی کے گھر کا انتظام ہو ہی نہیں سکتا چاہے تم لاکھ خادم رکھو۔ ہم نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے جن کی معقول تنخواہ تھی مگر بیوی نہ تھی۔ نوکروں کے ہاتھ سے خرچ ہوتا تھا تو ان کے گھر کا خرچ اس قدر بڑھا ہوا تھا جس کی کچھ حد نہیں نکاح ہی کے بعد گھر کا انتظام ہوا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر بیوی کچھ بھی گھر کا کام نہ کرے صرف انتظام اور دیکھ بھال ہی کرے تو یہی اتنا بڑا کام ہے جس کی دنیا میں بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی ہیں اور انتظام کرنے والے کی بڑی عزت وقدر کی جاتی ہے۔ دیکھنے والے سرائے ظاہر میں کچھ کام نہیں کرتا کیونکہ اس کے تحت میں اتنا بڑا عملہ کام کرنے والا ہوتا ہے کہ اس کو خود کسی کام میں ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی، مگر اس کی جو اتنی بڑی تنخواہ اور عزت ہے محض ذمہ داری اور انتظام کی وجہ سے ہے۔

پس بیویوں کا یہی کام اتنا بڑا ہے جس کا عوض نان ونفقہ نہیں ہو سکتا مگر ہم تو شریف زادیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ خود بھی اپنے ہاتھ سے گھر کا بہت کام کرتی ہیں۔ خصوصاً بچوں کی بڑی محنت سے پرورش کرتی ہیں۔ یہ وہ کام ہے کہ تنخواہ دار ماما بھی بیوی کے برابر نہیں کر سکتی۔

(رفع الالتباس، ص ۱۴۹)

احساس ذمہ داری

عورتیں اس قدر کام کرتی ہیں کہ کسی وقت چین سے نہیں بیٹھتیں۔ عورت کے اعضاء کے جلد ضعیف ہونے کا سبب یہی ہے کہ اس پر ہر وقت غم اور رنج کا ہجوم رہتا ہے، سینکڑوں فکریں گھیرے رہتی ہیں۔ امور خانہ (گھر) کا انتظام بیچاری کے ذمہ ڈال کر مرد صاحب بے فکر ہو جاتے ہیں۔ وہ

بچاری کھچتی ہے، مرتی ہے۔ اگر یہ حضرت (میاں صاحب) دو روز بھی انتظام کر کے دکھا دیں تو ہم اسی وقت ان کو مرد سمجھیں اور ان سب باتوں کے باوجود کمال یہ ہے کہ اپنی زبان سے (تکلیف) کا اظہار بھی نہیں کرتیں۔ کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے یہی سبب ہے عورتوں کے جلدی ضعیف ہو جانے کا۔ (الافاضات الیومیہ: ص ۱۰۳رج ۴)

عورتیں واقعی بڑی محسن اور تمہارے دین کی محافظ ہیں

عورتوں کا حق ایک تو اس واسطے ہے کہ وہ بے کس اور بے بس ہیں، دوسرے اس واسطے بھی حق ہے کہ وہ تمہاری دوست ہیں اور دوستی کی وجہ سے حق بڑھ جاتا ہے، پھر وہ تمہارے دین کی بھی محافظ ہیں۔ بیوی اس لحاظ سے بھی قابل قدر ہے کہ اس سے دین کی حفاظت اور خیالات فاسدہ کی روک تھام ہوتی ہے۔ اس درجہ میں وہ بڑی محسن ہے۔ جو لوگ دیندار ہیں وہ اس احسان کی قدر کرتے ہیں۔

اس لیے بیوی کی قدر کرنا چاہیے کیونکہ وہ دنیا اور دین دونوں کی معین و مددگار ہے اس کے حقوق کی رعایت بہت زیادہ ضروری ہے کیونکہ اس میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن میں ہر ایک کے بہت زیادہ حقوق ہیں۔

خدا تعالیٰ نے یہ تعلق ایسا بنایا ہے کہ بیوی سے زیادہ کوئی بھی انسان کو راحت نہیں دے سکتا۔ بیماری میں بعض دفعہ سارے رشتہ دار الگ ہو کر ناک منہ چڑھانے لگتے ہیں خصوصاً اگر کسی کو دستوں کی بیماری ہو جائے، مگر بیوی سے یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ شوہر کو اس حال میں چھوڑ دے۔ وہ بیماری میں سب سے زیادہ راحت پہنچاتی ہے یہ تو بیوی سے دنیا کی راحت ہے۔

اور دین کی راحت یہ ہے کہ گھر کے انتظام سے بے فکری ہو جاتی ہے جس سے قلب کو فراغ و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ تجربہ ہے کہ بغیر بیوی کے گھر کا انتظام نہیں ہو سکتا۔

(التبلیغ: ص ۱۴۳، ۱۴۷، خیر الارشاد)

عورتوں کی بڑی خوبی

ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ مردوں کو سالہا سال کے مجاہدوں کے بعد یہ بات نصیب ہوتی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کا ہو کر رہے اور عورت اپنے خاوند کے لیے پہلے ہی دن سے یعنی شادی ہوتے ہی اس کے لیے وقف ہو جاتی ہے۔ پھر اگر عورت کا خاوند بھی نہ ہوگا تو اور کون ہوگا اس بچاری کا۔

(القول الجلیل)

تجربہ ہے کہ زمانہ افلاس (اور تنگدستی) اور مصیبت کے وقت سب احباب الگ ہو جاتے ہیں اور ماں باپ تک انسان کو چھوڑ بیٹھتے ہیں مگر بیوی ہر حالت میں مرد کا ساتھ دیتی ہے اسی طرح بیماری میں جیسی راحت بیوی سے پہنچتی ہے کسی دوست بلکہ ماں باپ سے بھی نہیں پہنچتی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیوی کے برابر دنیا میں مرد کا کوئی دوست نہیں۔ (حقوق البیت: ص ۳۲)

جاں نثاری اور وفاداری

سیدھی سادی عورتیں خاوند کی تابعدار اور جاں نثار ہوتی ہیں۔ بعض عورتوں کو یہاں تک دیکھا ہے کہ وہ خود بیمار ہیں، اٹھنے کی بھی طاقت نہیں مگر اسی حالت میں اگر کہیں خاوند بیمار ہو گیا تو وہ اپنی بیماری کو بھول جاتی ہیں، ان کو کسی پہلو قرار نہیں آتا، نہ آرام ہے، نہ چین، ہر وقت خاوند کی تیمارداری مشغول رہتی ہیں اور یہ تو روزمرہ کی بات ہے کہ عورتیں خود کھانا اخیر میں کھاتی ہیں اور سب سے پہلے مردوں کو کھلاتی ہیں اور بعض دفعہ اخیر میں کوئی مہمان آ گیا تو خود بھوکی رہیں گی اور مہمان کے سامنے بھیج دیں گی۔ اگر اس کے کھانے کے بعد کچھ بچ گیا تو خود بھی کھا لیا ورنہ فاقہ کر لیا۔

اگر کبھی خاوند آدھی رات کو سفر سے آ گیا تو اسی وقت اپنا چین و آرام چھوڑ کر اس کے لیے کھانا پکائیں گی اور اس کی خدمت میں لگ جائیں گی۔ (حقوق البیت: ص ۳۰)

میں تجربہ سے کہتا ہوں کہ یہاں کی عورتوں کی رگ رگ میں خاوند کی محبت گھسی ہوئی ہے مگر ان میں تھوڑا سا پھوہڑپن ہے زبان کو قابو میں نہیں رکھ سکتیں۔ (لیکن) اور صفات ایسے ہیں کہ اس کے واسطے سب ناز گوارا کیے جا سکتے ہیں اور ان کے سامنے کسی عیب پر بھی نظر نہیں پڑنا چاہیے۔

(التبلیغ: ص ۵۹، ۶۱ / ج ۷)

فصل نمبر......۱

بیوی کی بہت رعایت کرنا چاہیے

واقعی بیوی کی رعایت کرنا چاہیے خواہ وہ پھوہڑ ہو یا بدتمیز ہو کیونکہ اس نے تمہارے واسطے اپنی ماں باپ کو چھوڑا، باپ کو چھوڑا سارے خاندان کو چھوڑا۔ اب اس کی نظر صرف تمہارے ہی اوپر ہے جو کچھ ہے اس کے لیے ایک شوہر کا دم ہے۔ بس انسانیت کی بات یہی ہے کہ ایسے وفادار کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے اور جو کچھ ان سے بے تمیزی یا بے ادبی ہو جائے اس کو ناز سمجھا جائے کیونکہ ان کو عقل کم ہے تمیز نہیں ہے۔ ان کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے اس لیے گفتگو کا پیرایہ (انداز) ایسا ہو جاتا ہے جس سے مردوں کو تکلیف پہنچتی ہے مگر اس بدتمیزی کی حقیقت ناز ہے۔ آخر وہ تمہارے سوا کس پر ناز کرنے جائیں۔ دنیا میں ایک تم ہی ان کے خریدار ہو۔

(التبلیغ، ص۹۵، ج ۷)

ہر صورت میں بیوی کی قدر کرنا چاہیے

ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنا چاہیے دو وجہ سے۔

ایک تو بیوی ہونے کی وجہ سے کہ ان کے ہاتھ میں قید ہیں اور یہ بات جوانمردی کے خلاف ہے کہ جو ہر طرح اپنے بس میں ہو اس کو تکلیف پہنچائی جائے۔

دوسرے دین کی وجہ سے کیوں کہ تم مسلمان ہو وہ بھی مسلمان ہے جیسے تم دین کے کام (نماز روزہ) کرتے ہو وہ بھی کرتی ہیں اور یہ کسی کو معلوم نہیں کہ دین کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک کون زیادہ مقبول ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ عورت مرد سے ہمیشہ گھٹی ہوئی ہو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد کے برابر بلکہ اس سے زیادہ ہو۔ پس عورتوں کو حقیر ذلیل نہیں سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بے کسی اور مجبور اور شکستہ (ٹوٹے کمزور) دل کا تھوڑا سا عمل بھی قبول فرما لیتے ہیں اور اس کے درجے بڑھا دیتے ہیں۔ پس کیا تعجب ہے کہ جن عورتوں کو تم نے ان کی بے کسی اور بے بسی کی وجہ سے حقیر مجبور رکھا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں زیادہ مقبول ہوں۔ لہٰذا مردوں کو عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرنا چاہیے اور عورتوں کو اپنے مردوں کی اطاعت کرنا چاہیے۔ زبان درازی سے پیش نہ آنا چاہیے۔

(التبلیغ، ص۱۰۷، ج ۷)

علماء اور اہل اللہ بیوی کے مرید نہیں قدر شناس ہوتے ہیں

جو لوگ دیندار ہیں وہ (بیوی کے) احسان کی قدر کرتے ہیں۔ مولانا محمد مظہر رحمہ اللہ کی یہ حالت تھی کہ ان کی بیوی بوڑھی ہوگئی تھیں، مگر مولانا کو ان سے ایسا تعلق تھا کہ جب وہ ذرا بیمار ہوتیں تو مولانا فوراً مدرسے چھٹی لے کر خود اپنے ہاتھ سے ان کی خدمت کرتے تھے۔

آج کل تو بعض لوگ بوڑھی بیوی سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ تم نے ہی تو اس کو بوڑھی کیا ہے، مگر مولانا کی یہ حالت تھی کہ نوکروں اور ماماؤں پر اپنی بیوی کی خدمت کو نہ ڈالتے تھے بلکہ مدرسے چھٹی لے کر خود خدمت کرتے تھے۔

اسی لیے تو علماء کو لوگ بیوی مرید کہتے ہیں، مگر جی ہاں ان کا مرید ہونا تمہاری طرح بیرا ہونے سے اچھا ہے۔ تم بیویوں کے پیر ہو مگر ڈاکو پیر ہو۔

اور اصل یہ کہ مولوی بیویوں کے مرید نہیں بلکہ خدا کا خوف ہے وہ حقوق العباد کے ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ بیوی کے حقوق نصوص (قرآن وحدیث) میں ان کی نظر سے گزرے ہوئے ہیں۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت کا حال انہوں نے پڑھا ہے اس لیے وہ بیوی کے سامنے نرمی اور ملاطفت کرتے ہیں ان کو راحت پہنچاتے ہیں۔ بلکہ جتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے ساتھ برتاؤ کیا ہے اتنا تو کوئی مولوی کر بھی نہیں سکتا اور اگر کوئی ویسا کرنے لگے تو نہ معلوم لوگ مرید زن (عورت کے مرید) سے بڑھ کر اور کوئی خطاب دینے لگیں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک بار دوڑے تھے۔

غرض مولوی اس واسطے اپنی بیویوں کی خاطر زیادہ کرتے ہیں کہ ان کی نگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت ہے۔ پھر بیوی کی خاطر داری کرنے میں دین کی بھی بڑی مصلحت ہے۔ اہل اللہ زن مرید نہ تھے بلکہ قدر شناس تھے۔ (التبلیغ: ص ۱۴۴ / ج ۱۴)

اللہ والوں کا حال

اللہ والوں نے جو اپنی بیویوں کو بہت رعایتیں کی ہیں جن کو سن کر تعجب ہوتا ہے ان کا منشاء ایسے ہی صفات تو ہیں کہ یہاں کی عورتوں کی رگ رگ میں خاوند کی محبت گھسی ہوئی ہے۔

اللہ والوں کی نظر عیبوں پر نہ پڑتی تھی بلکہ ایک خوبی پر پڑتی تھی جس کے سامنے سب عیوب مٹ جاتے تھے۔ وہ ایک بہت بڑی صفت تھی اور خدا کے فضل سے ہمارے یہاں کی شریف

بیویوں میں سب ہی میں وہ صفت موجود ہے جو بہت ہی زیادہ قابل قدر ہے۔ وہ یہ کہ اگر خاوند بے توجہی سے یا کسی اور وجہ سے یا قید ہو کر گھر سے چلا جائے اور پچاس برس تک باہر رہے اپنی خبر تک بھی نہ دے کہ مر گیا ہوں یا زندہ ہوں اور بیوی کے معاش کی کوئی صورت بھی نہ ہو اس پر بھی جس وقت وہ آئے گا بیوی کو اسی کونے میں بیٹھا دیکھ لے گا۔ جس میں چھوڑ گیا تھا۔ آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ نامراد مر رہی ہے، سڑ رہی ہے۔ مردوں سے بدتر حالت ہے مگر یہ نہیں ہوا ہوگا کہ امانت میں خیانت کی ہو۔ یا کسی کے اوپر نگاہ ڈالی ہو یہ صفت ایسی ہے کہ اس کے واسطے سب ناز گوارا کیے جا سکتے ہیں اس صفت کے سامنے کسی عیب پر بھی نظر نہیں پڑ نا چاہیے۔

میں تجربے سے قسم کھاتا ہوں کہ یہاں کی عورتوں کی رگ رگ میں خاوند کی محبت گھسی ہوئی ہے۔

اللہ والوں نے جو اپنی بیویوں کی بہت رعایتیں کی ہیں جن کو سن کر تعجب ہوتا ہے ان کا منشاء (سبب) ایسے ہی صفات تو ہیں۔ وہ زن مرید (عورت کے مرید) نہ تھے بلکہ قدر شناس تھے۔ انہوں نے اچھی اچھی نیتوں سے تکلیفیں برداشت کی ہیں۔

غرض عورتوں میں بدزبانی کا بڑا عیب ہے، مگر اس کے ساتھ یہ صفت بھی ہے کہ ان کے دل میں خاوند کی محبت بے حد ہوتی ہے جو موقع پر ظاہر ہوتی ہے۔ (التبلیغ، ص ۶۰، ۵۹)

حضرت تھانوی کی معاشرت اور گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک

ذکر کرنے کی تو بات نہ تھی مگر چونکہ ضرورت ہے اس لیے کہتا ہوں کہ میرے گھر والوں سے معلوم سے معلوم کیا جائے کہ میں اپنے گھر والوں پر کسی قدر حکومت کرتا ہوں اور ان سے کیا کیا خدمتیں لیتا ہوں۔ الحمدللہ میں نہ خود مقید ہوتا ہوں اور نہ دوسروں کی مقید کرتا ہوں۔ بادشاہوں کی سی زندگی بسر ہوتی ہے۔

میرا معمول ہے کہ گھر جا کر تازی روٹی نہیں پکی تو باسی روٹی کھا لیتا ہوں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ دیکھا کہ وہ کسی کام میں مشغول ہیں تو خود اپنے ہاتھ سے روٹی لے لی۔ پانی بھر کر پاس رکھ لیا۔ برتن لے کر اپنے ہاتھ سے سالن لے لیا اور بیٹھ کر کھا لیا۔ بلکہ یہاں تک کرتا ہوں کہ دیکھتا ہوں کہ وہ روٹی وغیرہ پکانے میں مشغول ہیں اور ان کی کسی چیز کی ضرورت ہے اکثر گھروں میں ایسا ہوتا ہے مثلاً پانی کی ضرورت ہے تو اپنے ہاتھ سے نل سے یا گھڑے سے لوٹا بھر کر دے دیتا ہوں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب دیکھا کہ فارغ (خالی) ہیں تو کہہ دیا کہ کھانا لاؤ وہ بیچاری دے دیتی ہیں۔ ان باتوں کی رعایت رکھنا ضروری ہے۔

اور مشغولی یا عدم مشغولی ہی پر کیا موقوف ہے انسان ہی تو ہے ہر وقت طبیعت یکساں نہیں رہتی کسی وقت خادم کی طبیعت پر کسل ہوتا ہے۔

غرض اس کا کوئی معمول یا التزام نہیں کہ وہی (سب کچھ) کریں۔ اگر حدود میں رہتے ہوئے اور ان کی راحت و آرام کا خیال کرتے ہوئے ان سے خدمت بھی لی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں آخر ہیں کسی مرض کی دوا، لیکن بے مروتی، بے رحمی اور ظلم تو نہ ہونا چاہیے۔

میں بہت سے کام اپنے ہاتھ سے کر لیتا ہوں تو مجھ کو کون سی تکلیف ہوتی ہے اور میرا کون سا کام ہونے سے رہ جاتا ہے۔ بلکہ جیسے مجھے اس سے راحت ہوتی ہے کہ وہ میری خدمت کرتی ہیں اسی طرح سے مجھی راحت ہوتی ہے کہ ان کو راحت مل گئی (اور وہ راحت سے ہیں)

رات کو مجھ کو نیند کم آتی ہے تو گھر والوں کو سوتا دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ان کو نیند آرہی ہی ورنہ دو قلق (رنج) جمع ہو جاتے۔ ایک اپنے نہ سونے اور نیند نہ آنے کا اور ایک ان کا۔

پھر گھر سے چلنے کے وقت پوچھتا ہوں کہ کوئی ضروری کام میرے متعلق تو نہیں میں جا رہا ہوں۔ اگر کہا کہ کوئی کام نہیں تو چلا آیا اور اگر کہا کہ کوئی کام ہے تو بیٹھ گیا۔ مثلاً کوئی خط ہی لکھوانا ہے۔ سو اس کام کو پورا کر کے چلا آیا۔

کھانا کھا کے فارغ ہوا اور پان کا جی چاہا تو پوچھ لیا کہ پاندان کہاں رکھا ہے انھوں نے بتلا دیا اس میں سے پان نکال کر کھا لیا۔

آج کل تو جوانوں کا محاورہ ہے کہ بیوی کو رفیق زندگی کہتے ہیں ارے بھلے مانس رفاقت کا کوئی حق بھی ادا کرتے ہو؟ کہ محض الفاظ ہی الفاظ ہیں۔ عملی صورت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بیچاری کو فریق زندگی بنا رکھا ہے۔ (نصرۃ النساء، ص ۵۲۹)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

بیوی کے گر جانے سے نماز توڑنا

ابھی پرسوں کا واقعہ ہے کہ میں صبح کی سنتیں پڑھ رہا تھا کہ بڑے گھر سے آدمی دوڑا ہوا خبر لایا کہ گھر میں سے کوٹھے کے اوپر سے گر گئی ہیں۔ میں نے خبر سنتے ہی فوراً نماز توڑ دی۔ یہاں تو سب سمجھدار لوگ ہیں، مگر شاید بعض ناواقف لوگ اپنے دل میں اس وقت یہ کہتے ہوں گے کہ ہائے بیوی کے واسطے نماز توڑ دی۔ بیوی سے اتنا تعلق ہے کہ خدا کی عبادت کو اس کے لیے قطع کر دیا (توڑ دیا) بیشک اس وقت اگر کوئی دکاندار پیر ہوتا وہ ہرگز نماز نہ توڑتا کیوں کہ اس سے جاہل

مریدوں کی نظروں میں ہیٹی ہوتی مگر الحمد للہ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کوئی کیا کہے گا۔ اگر کسی کی نظر میں اس فعل سے میری ہیٹی ہوتی ہو وہ شوق سے کوئی دوسرا شیخ تلاش کرلے۔

جب خدا کا حکم تھا کہ اس وقت نماز توڑ دو تو میں کیا کرتا کیا اس وقت جاہلوں کی نظر میں بڑا بننے کے لیے میں حکم خداوندی کو چھوڑ دیتا۔ ظاہر ہے کہ جب بیوی کوٹھے (چھت) پر سے گری تو اس کی چوٹ کو شوہر ہی ہلکا کرسکتا ہے اور وہی دریافت کرسکتا ہے کہ چوٹ کہاں لگی ہے کہاں نہیں لگی۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ گھر کے اندر سوائے ایک ناسمجھ بچی اور ایک معذور بڑھیا کے کوئی امداد کرنے والا بھی نہ تھا اور امداد کرنے والے ہوں بھی تو کوٹھے سے گر جانا بعض وقعہ ہلاکت (اور موت) کا سبب ہو جاتا ہے۔ فوراً ہی کوئی تدبیر ہو جائے تو زندگی کی آس ہو سکتی ہے۔ اس لیے بھی مجھ کو فوراً جانا ضروری تھا اس لیے میں نے اس وقت نماز کا توڑ نا دینا اور فوراً جا کر ان کی خبر گیری کرنا ضروری سمجھا، حدیث میں آتا ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرمارہے تھے۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما میں سے کوئی ایک صاحبزادے مسجد میں آگئے اس وقت وہ چھوٹے بچے تھے چلتے ہوئے لڑکھڑاتے تھے (گرنے کا خطرہ تھا) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ توڑ کر دوڑ ہی سے گود میں اٹھا لیا حالانکہ خطبہ صلوٰۃ کے حکم میں ہے۔ یعنی خطبہ کا وہی حکم ہے جو نماز کا ہے جو بغیر کسی سخت عذر کے قطع نہیں ہو سکتا تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نواسوں کے خطبہ توڑ دیا تو میں کیا چیز تھا کہ اتنے بڑے حادثہ کے وقت سنتوں کی نیت نہ توڑتا۔

اس میں بیوی کی رعایت نہ تھی بلکہ حق اللہ کی رعایت تھی کیوں کہ اس وقت خدا کا حکم یہی تھا۔ خدا کے حکم کے سامنے بیوی کیا چیز ہے۔ اگر حق تعالیٰ کسی وقت بیوی کے قتل کرنے کا حکم دیں تو سچا مسلمان ایسا بھی کردے گا اور جہاں وہ اس کی خبر گیری کا حکم دیں وہاں وہ اس کے لیے نماز بھی توڑ دے گا اور دونوں صورتوں میں دونوں فعلوں کا سبب حق اللہ ہی ہوگا۔

(وعظ ما علیہ الصبر التبلیغ، ص۱۳۵، ج ۱۷)

بیوی سے محبت کے حدود

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ مجھ کو اپنی اہلیہ سے بے حد محبت ہے اس محبت مذموم (بری) تو نہیں؟ میں نے لکھ دیا کہ اس سے بھی زیادہ مذموم نہیں۔ مگر ایک شرط سے اور میں نے اس شرط متعلق بھی اس شخص سے دریافت کیا ہے کہ اگر کسی موقع پر اس کی رعایت کرنے میں دین کا ضرر ہو تو اس وقت آپ کس کو ترجیح دیں گے۔ دین کو یا اہلیہ کو؟ (بس یہ معیار محبت ہے کہ اگر بیوی کو ترجیح دیں تو یہ

محبت مذموم ہے اور اگر دین کو ترجیح دیں تو محمود ہے)

پھر فرمایا کہ نہ معلوم بیچاری ہی کیوں تختۂ مشق بنایا جاتا ہے۔ اگر بیوی کے متعلق شبہ ہے کہ وہ غیر اللہ ہے تو یہ خود بھی تعیین اللہ ہی ہیں۔ جو محبت اہلیہ سے ہے اگر وہی اپنی ذات سے ہو تو وہاں پر بھی تو یہ شبہ ہونا چاہیے مگر اس کا کبھی سوال نہیں کیا۔ خیر جو سوال کیا یہ بھی غنیمت ہے اس سے دین کی فکر کا تو پتہ چلا اور فکر دین وہ چیز ہے کہ یہ جب ہوتی ہے تو مصلح کا بھی جی چاہتا ہے کہ یہ بھی بتادوں یہ بھی سکھادوں۔ (ملفوظات حکیم الامت، ص ۳۶، ج ۱)

بیوی کو سر پر چڑھالینا بھی حماقت ہے

ہم نے ایک والی ملک کی زیارت کی ہے۔ وہ اس قدر با اخلاق اور نرم تھے کہ ان کی بیوی کبھی کبھی ان کو پیٹ بھی لیا کرتی تھی۔ یہ تو واہیات بات ہے کہ میاں بیوی کے ہاتھ سے پٹا کرے، مگر وہ اس قدر با اخلاق و نرم تھے ورنہ ایک کے دو لگاتے۔ یہ بیوی صاحب کی بدتمیزی تھی کہ وہ میاں پر ہاتھ اٹھاتی تھیں اور میاں صاحب کا ڈھیلا پن تھا کہ بیوی کو اتنا گستاخ کر دیا تھا۔

بیوی کے ہاتھ پٹنا پٹانا تو بڑی واہیات (اور بے جا حرکت سراسر حماقت) ہے میرا مطلب تو یہ ہے کہ بیوی پر اتنا رعب نہ بڑھانا چاہیے کہ میاں بالکل ہوا ہی ہو جائیں کہ ادھر میاں نے قدم رکھا اور بیوی کا دم فنا ہوا (جان نکلی) ہوش وحواس بھی جاتے رہے۔ بیچاری کے منہ سے کوئی بات نکلی یا کوئی چیز مانگی اور ڈانٹ ڈپٹ شروع ہوگئی۔

میرا مطلب یہ نہیں کہ بیوی کی روک ٹوک بھی نہ کرے۔ اصلاح تو ضرور کی جائے مگر نرمی کے ساتھ اور کبھی دھمکانا بھی برا نہیں مگر ستانے نہیں اور زیادہ دھمکانا بھی اچھا نہیں۔

(التبلیغ: ص ۱۳۸، ۱۳۰)

باب: ۱۲

اختلاف زوجین

میاں بیوی کا اختلاف ہزاروں برائیوں کی جڑ ہے

فرمایا میاں بیوی سب فسادوں کی مرغی ہے جس سے سیکڑوں فساد کو پیدا کرتی ہے۔

(ملفوظات اشرفیہ ص ۳۰۹)

شیطان اس شخص سے بہت خوش ہوتا ہے جو میاں بیوی میں لڑائی کرادے۔ حدیث پاک میں آتا ہے: ”شیطان شام کو دریا پر اپنا تخت بچھاتا ہے، اس وقت سارے شطونگڑے اپنی اپنی کارروائی بیان کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ میں ایک آدمی سے زنا کرادیا۔ شیطان سب سے کہتا ہے کہ تم نے کچھ نہیں کیا۔ کیونکہ گناہوں کا کفارہ ایک بار توبہ واستغفار کرنے سے ہوسکتا ہے) پھر ایک شیطان کہتا ہے کہ میں نے میاں بیوی میں لڑائی کرادی تھی پھر وہاں سے ملا (ہٹا) نہیں یہاں تک کے شوہر نے طلاق ہی دے دی۔ شیطان اس کو گلے سے لگا لیتا ہے اور بہت شاباشی دیتا ہے کہ ہاں تو نے بڑا کام کیا ہے۔“

اس میں راز یہ ہے کہ اگر دوسروں سے عداوت ہو تو اس کا اثر دوسروں تک نہیں پہنچتا اور میاں بیوی میں لڑائی وطلاق ہو جائے تو دونوں کے خاندان میں جنگ ہوتی ہے۔ دو کی عداوت سے سو۱۰۰ میں عداوت قائم ہو جاتی ہے۔ شیطان کو اتنی فرصت کہاں جو سو۱۰۰ آدمیوں میں الگ عداوت پیدا کرے بس وہ دو میاں بیوی میں عداوت کرا دیتا ہے اس سے خود بخود دور تک سلسلہ پہنچ جاتا ہے۔

جیسے ایک ولایتی کی حکایت ہے کہ اس نے جب عربی پڑھنا شروع کی تو شروع ہی سے شرح جامی پڑھنے لگے اور برسوں اس کو پڑھتے رہے مگر سمجھ میں نہ آتی۔ لوگوں نے کہا میاں اس طرح فائدہ نہ ہوگا پہلے میزان، منشعب وغیرہ پڑھو، پھر شرح جامی سمجھ میں آئے گی۔ کہنے لگے نہیں ہم نے اپنی اماں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے مرغیاں پال رکھی تھیں۔ ہم شام کو مرغی کے بچوں کو پکڑ کے بند کرنا چاہتے تو وہ بہت پریشان کرتے تھے ایک ادھر کو بھاگ گیا ایک اُدھر کو۔ اس وقت ہماری اماں مرغی کو پکڑ لیتی تھیں تو سارے بچے چوں چوں کر کے اس کے ساتھ ہو لیتے تھے۔ اسی طرح شرح جامی سب کتابوں کی مرغی ہے ہم نے اس کو پکڑ لیا ہے بس اس کے پکڑنے سے سب کتابیں خود بخود قبضہ میں آجائیں گی۔

اسی طرح میاں بیوی کا فساد سب فسادوں کی مرغی ہے۔ شیطان ان (میاں بیوی) لڑائی کرا دیتا ہے جس سے سینکڑوں لڑائی ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ لڑائی دین کو ضائع کر دیتی ہے۔
اور پھر ایک پریشانی بے تعلق والوں کو پیش آتی ہے کہ ان لڑنے والوں سے ملیں یا نہ ملیں۔
(اصلاح ذات البین: ص ۳۷۸، ملحقہ آداب انسانیت)

اختلاف زوجین میں قصور دونوں کا ہے

عورتوں کی کوتاہی یہ ہے کہ وہ شوہروں کی تعظیم اور ان کا ادب نہیں کرتیں اور سخت بے حیائی ہے بعض عورتیں مردوں سے ایسا برابری کا برتاؤ کرتی ہیں گویا شوہر ان کا برابر کا بھائی ہے۔ حالانکہ شریعت میں شوہروں کی تعظیم کے متعلق سخت تاکید آئی ہے۔ حدیث میں صاف آیا ہے کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کے لیے سجدہ کو جائز کرتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں، لیکن سجدہ تو خدا کے سوا کسی کو جائز نہیں مگر اس سے یہ بات تو معلوم ہوگئی کہ شوہر کی کس درجہ تعظیم عورتوں کے ذمہ واجب ہے۔
بعض جگہ تو عورتیں مردوں پر حکومت کرتی ہیں اور بعض جگہ عورتیں مردوں کو ذلیل کرتی ہیں۔
(حقوق الزوجین الکمال فی الدین: ص ۱۱۰)

اسی طرح بعض مرد بھی بہت ظالم ہوتے ہیں کہ وہ عورتوں کو بہت ذلیل رکھتے ہیں بعض مرد تو اس طرح عورتوں کا حق ضائع کرتے ہیں کہ بے حمیت بن کر اپنے آپ کو راحت دیتے ہیں عمدہ کھاتے اور عمدہ پہنتے ہیں اور بیوی بچوں کو تکلیف میں رکھتے ہیں۔ کسی کے پاس ہو نہیں اس کی شکایت نہیں اس صورت میں تو عورتیں خود محنت مزدوری کر کے شوہر کو کھلاتی ہیں شوہر کے خاطر اپنا زیور تک بیچ دیتی ہیں، لیکن جس کو خدا تعالیٰ نے سب کچھ دیا ہو وہ بیوی کو تنگ رکھے یہ بے غیرتی اور بے حمیتی ہے۔
عورتوں پر اس قدر ظلم ہو رہا ہے کہ ہر طرح ان پر اپنا حق سمجھتے ہیں۔ بعض جگہ دونوں طرف سے (ظلم اور نافرمانی کا) برتاؤ ہوتا ہے۔ قیامت میں ان کا حساب ہوگا اور جس نے جس کی حق تلفی کی ہوگی۔ اس سے انتقام لیا جائے گا۔
پس مردوں کو چاہیے کہ وہ عورتوں کے حقوق کی رعایت رکھیں اور عورتوں کو مردوں کی تعظیم کرنی چاہیے۔ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنی چاہیے۔
(حقوق الزوجین: ص ۴۲، ۳۸، التبلیغ: ص ۱۴۱، ج ۱۴)

میاں بیوی میں اختلاف کی وجہ اصل قصور عورت کا ہے

عورتوں میں خاص مرض یہ ہے کہ خاوند کی (اپنے شوہروں کی) نافرمانی کرتی ہیں۔ گو بعض مرد بھی ظلم کرتے ہیں، مگر بعض عورتیں ایسی ہیں کہ باوجود خاطر مدارات کے پھر بھی خاوندوں کو تنگ کرتی ہیں۔

ہندوستان کی عورتوں کی خدمت کا انکار نہیں، مگر اس کا حاصل یہ ہے کہ جسم کو راحت پہنچاتی ہیں اور روح کو تکلیف دیتی ہیں۔ جسمانی خدمت تو واقعی بہت کرتی ہیں۔ اس میں بے نظیر ہیں۔ اس طرح عفیف (پاکدامن) بھی بہت ہیں، عفت کے خلاف تو شاید ان کو کبھی وسوسہ بھی نہ آتا ہوگا۔

مگر زبان ان کی ایسی ہے کہ جو جی میں آیا کہہ دیا۔ کچھ روک ہی نہیں۔ اس سے خاوند کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اس کی اصلاح کا آسان طریقہ یہ ہے کہ زبان کو بند رکھیں۔ اس میں شروع شروع میں بیشک دشواری ہوگی مگر پھر عادت ہو کر اس مرض سے نجات ہو جائے گی اصل علاج یہ ہے نہ کہ وہ جو بعض عورتیں خاوند کو تابع بنانے کے لیے نمک (اور شکر پڑھواتی ہیں کہ آپ جو چاہیں کہہ لیں مگر وہ چپ چاپ سنتا رہے۔ (العاقلات الغافلات: ص ۳۴۲)

افراط یا تفریط

عورتوں کا یہ بھی خیال ہے کہ شوہر کا نام لینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور شوہر کا نام لینا گویا بالکل ناجائز ہے، مگر عورتوں کا نام لینا تو بے ادبی ہے۔ زبان چلانا اور گستاخی کرنا بے ادبی نہیں ہے۔ شوہر سے لڑنا یا عورتوں کو گالی دینا گویا ناجائز نہیں ہے۔ بعض عورتیں تو اس کی یہاں تک پابند ہیں کہ اگر قرآن میں وہ لفظ آجائے تب بھی اس کو نہیں پڑھتیں۔ گویا قرآن میں ان کے شوہر ہی کا نام لکھا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ بعض عورتیں اس کے شہر کا نام بھی نہیں لیتیں اور شوہر کے نام کے ہم وزن الفاظ بھی نہیں کہتیں، لیکن معلوم نہیں کہ یہ ساری باتیں ناجائز ہو کر گستاخی کرنا کیسے جائز ہو گیا۔

(دین و دنیا: ص ۳۴۲)

جھگڑا ختم کرنے اور شوہر کو مہربان کرنے کی عمدہ تدبیر

کسی بزرگ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ ایسا تعویذ دے دیجئے کہ میرا خاوند مجھے کچھ کہا نہ کرے۔ انہوں نے پانی پر جھوٹ موٹ چھو کر کے دے دیا اور کہا کہ پانی بوتل میں رکھ لینا جس وقت خاوند آیا کرے اس میں سے تھوڑا پانی اپنے منہ میں لے کر بیٹھ جایا کرو اور وہ جب تک چلا نہ جائے منہ میں لیے رہا کرو بس وہ (شوہر) پانی پانی ہو جائے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا جہاں خاوند آیا

ذات کھولی۔ پانی منہ میں لے کر بیٹھ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد شوہر مہربان ہو گیا۔ وہ عورت ان بزرگ کے پاس نذرانہ لائی اور کہا کہ حضرت اب تو وہ مجھے کچھ بھی نہیں کہتے۔ ان بزرگ نے مسکرا کر فرمایا وہ تو ایک ترکیب تھی کوئی جھاڑ پھونک نہ تھی مجھ کو قرائن (انداز) سے معلوم ہو گیا تھا کہ تو زبان دراز ہے اس وجہ سے خاوند تنگ کرتا ہے، میں نے زبان روکنے کے لیے یہ ترکیب کی تھی۔ بس اب زبان درازی مت کرنا۔ یہ روپیہ اور مٹھائی میں نہیں لیتا۔ واقعی زبان بڑی آفت کی چیز ہے۔

(الافاقات الیومیہ: ص۳۴۳)

اگر واقعی مرد کی غلطیوں پر غصہ آئے تو عورت کو کیا کرنا چاہیے؟

بیبیو! تم کو مرد کے غصہ کی وجہ سے غصہ آتا یہ بتلاتا ہے کہ تم اپنے کو مرد سے بڑا یا برابر درجہ کا سمجھتی ہو کیونکہ غصہ ہمیشہ اپنے چھوٹے یا برابر والے پر آیا کرتا ہے اور آدمی جس کو اپنے سے بڑا سمجھتا ہے اس پر کبھی غصہ نہیں آتا۔ چنانچہ نوکر کو آقا پر غصہ نہیں آ سکتا۔ اگر تم اپنے کو مرد سے چھوٹا اور محکوم سمجھو تو چاہے وہ کتنا غصہ کرے تم کو ہرگز غصہ نہ آتا۔ پس تم اس خیال فاسد کو اپنے دل سے نکال دو اور جیسا خدا نے تم کو بنایا ہے ویسا ہی اپنے کو مرد سے چھوٹا سمجھو۔ (اور مرد کی واقعی غلط اور بے جا) غصہ کے وقت زبان درازی کبھی نہ کرو۔ اس وقت خاموش رہو اور جب اس کا غصہ اتر جائے تو دوسرے وقت کہو کہ میں اس وقت تو بولی نہ تھی اب بتلاتی ہوں کہ تمہاری فلاں بات بے جا تھی یا زیادتی کی تھی۔ اس طرح کرنے سے بات بھی نہ بڑھے گی اور مرد کے دل میں تمہاری قدر بھی ہو گی۔

(حقوق البیت: ص۵۱)

اور اگر زیادہ غصہ ہو تو یہ سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہمارے اوپر حقوق ہیں اور ہم سے غلطی ہوتی رہتی ہے جب وہ ہمیں معاف کرتے رہتے ہیں تو ہم کو بھی چاہیے کہ اس کی غلطی سے درگزر کریں۔ (ملفوظات: ص۹)

اس طرح تحمل (برداشت کرنے اور صبر کرنے) سے دین کا بھی بڑا بھاری نفع ہوتا ہے اور بہت اجر ملتا ہے۔ (حقوق البیت: ص۴۲)

عورتیں فطرۃً اور قانوناً مردوں کی تابع ہیں (لیکن) مرد محبت کی وجہ سے عورت کے تابع ہو جاتے ہیں (اس لیے عورت کو چاہیے کہ مرد کے ساتھ ایسا سلوک کرے جس سے اس کے دل میں عورت کی محبت پیدا ہو جائے جس کا طریقہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا) اور مرد کی یہ تابعیت اس وقت تک ہے جب تک کہ محبت باقی ہے اور محبت کا باقی رہنا پردہ کے باقی رہنے سے ہے۔ کیونکہ مردوں کو عورت کی راحت رسانی کا پورا اہتمام ہے اس کا سبب محبت ہے اور محبت کا منشاء اختصاص

(خاص ہونا) ہے اور مشاہدہ ہے کہ جو چیز عام ہو جاتی ہے اس سے قوی تعلق نہیں ہوتا اور یہاں اختصاص (یعنی مرد کے لیے پورے طور سے خاص رہنا کہ دوسرے کی نگاہ بھی اس پر نہ پڑے) پردہ سے قائم ہوتا ہے۔ لہٰذا محبت (باقی رہنے کا طریقہ اور اس) کی بناء پردہ ہے۔ اس سے پردہ کی تاکید معلوم ہوتی ہے۔ (الطیف الحسن: ص ۱۰۷)

حب زوجین اور شوہر کو مسخر کرنے کے لیے عمل و تعویذ کا حکم

فقہاء کرام نے ایسا تعویذ لکھنے کو ناجائز لکھا ہے جس سے عورت خاوند کو تابع کرے۔
(حقوق الزوجین: ص ۳۸۱)

جب زوجین کا تعویذ زوجہ کے لیے حرام ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اثر سے زوج (شوہر) ایسے امر کے لیے مغلوب ہوتا ہے جو اس پر واجب نہیں۔ (الحجۃ ذیب: ص ۳۴)

سوال: اگر عورت اپنے مرد کو مسخر کرنے کے واسطے کوئی تدبیر آیات قرآنی سے یا کسی دعاء سے یا کسی اور طریقے سے کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: نہیں! البتہ دفع ظلم کے لیے (یعنی تاکہ حقوق واجبہ ادا کرنے لگے اس کے لیے جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ص ۸۹ / ج ۴)

تشریح: اگر کسی کی بیوی نافرمان ہو اس کے مسخر کرنے کے واسطے عمل پڑھے تو جائز ہے اسی طرح اگر کسی عورت کا شوہر ظالم ہو اس کو مسخر کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن بعض افراد (صورتیں) اس کے بہت نازک ہیں اکثر لوگ ان کو علی الاطلاق جائز سمجھتے ہیں مگر فقہاء نے ان کو بھی حرام لکھا ہے۔ مثلاً کوئی عورت اپنے شوہر کو تابعدار بنانے کے واسطے عمل پڑھے تو اس میں تفصیل ہے اگر وہ ادائے حقوق میں کمی کرتا ہے۔ تو اس وجہ کے حاصل کرنے کے واسطے جائز ہے اور اگر حقوق ادا کرتا ہے تو محض عاشق و مفتون (مجنون دیوانہ) بنانے کے واسطے عمل کرنا جائز نہیں۔
(تعلیم التعلیم، علم و عمل: ص ۱۴۳)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ○ (پارہ: ۲، رکوع ۴)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ اَلِّفْ بَيْنَ ...... فلاں بن ...... فلاں ...... وَفُلَانَةَ ...... بِنْتِ فُلَانَه ...... كَمَا اَلَّفْتَ بَيْنَ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ. مِثْلُ

كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔

فلاں کی جگہ شوہر اور اس کے باپ کا نام اور فلانہ کی جگہ بیوی اور اس کی ماں کا نام لکھا جائے گا۔

ایک شخص نے دھوکہ سے پڑھوا کر کسی ناجائز موقع پر استعمال کیا تو اس کا بالکل اثر نہیں ہوا بلکہ بہت نقصان ہوا۔ لہٰذا سب کو چاہیے کہ ناجائز جگہ استعمال نہ کریں (ورنہ جلد وبال میں گرفتار ہوں گے)

حُبِّ زوجین کے چند مفید اور آسان عملیات

شوہر کو راضی کرنے کا عمل

☆......جس کا شوہر ناراض ہو اس آیت کو شیرینی پر پڑھ کر کھلائے ان شاء اللہ تعالیٰ مہربان ہو جائے گا۔ مگر واضح رہے کہ ناجائز عمل میں اثر نہ ہوگا۔

☆......بیوی کی محبت کا عمل سورہ یوسف کو اگر لکھ کر اور تعویذ بنا کر بازو پر باندھے تو اس کی بیوی اس کو بہت چاہنے لگے۔

☆......المغنی۔ بیوی سے جماع کے وقت (زبان سے نہیں بلکہ خیال سے پڑھے تو اس کی بیوی اس سے محبت کرنے لگے۔ (اعمالِ قرآنی ص۶۲، ۵۶)

میاں بیوی میں محبت کرانے کا مجرب عمل

میاں بیوی میں باہم سلوک (محبت کرانے کے لیے یہ لکھ کر دے یا دم کر کے کھلائے یا پلائے ان شاء اللہ فوراً محبت ہوگی۔

باب: ۱۳

عورتوں پر ظلم و زیادتیاں اور ان کے حقوق میں کوتاہیاں

عورتوں کے حقوق میں کوتاہی

آج کل حالت یہ ہے کہ مرد تو اپنے حقوق بیوی کے ذمہ سمجھتے ہیں اور بیوی کے حقوق اپنے ذمہ نہیں سمجھتے۔ جیسے بعض باپ اولاد پر تو اپنا حق سمجھتے ہیں مگر اولاد کے حقوق اپنے اوپر نہیں جانتے۔

اور اس میں راز یہ ہے کہ عرفاً حکومت تو زندگی ہے اور محکومیت موت ہے۔ اس لیے حاکم زندہ ہے وہ اپنے حقوق کو بھی زندہ سمجھتا ہے اور وصول کر لیتا ہے اور محکوم چونکہ مردہ ہے اس کے حقوق بھی مردہ سمجھے جاتے ہیں۔ اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ آج کل ہر محکوم کے حقوق مردہ ہیں۔ اکثر سلاطین رعایا سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں اور وصول بھی کر لیتے ہیں۔ مگر رعایا کے حقوق ادا نہیں کرتے ان کی راحت چین وسکون کا پورا انتظام نہیں کرتے اسی طرح سلاطین سے نیچے جو حکام ہیں وہ بھی اپنا بھلا چاہتے ہیں محکومین کے ساتھ ذرا بھی ہمدردی نہیں کرتے۔ ان کے بعد باپ کی حکومت اولاد پر ہے شوہر کی بیوی پر آقا کی نوکر پر استاد کی شاگرد پر پیر کی مرید پر قریب قریب سب کی یہی حالت ہے کہ صاحب حکومت اپنے حقوق وصول کر لیتا ہے اور محکوم کے حقوق عموماً مردہ سمجھے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ مطالبہ نہیں کر سکتا۔ ہاں جو محکوم حاکم کا مقابلہ کر کے سختی کے ساتھ اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے تو اس کو کچھ حق مل جاتا ہے۔

مثل مشہور ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس، خاوند نے سمجھ لیا ہے کہ ہمارے حقوق زندہ ہیں کیونکہ ہم وصول کرنے پر قادر ہیں اور عورتیں بیچاری کچھ نہیں کر سکتیں اس لیے ان کے حقوق مردہ سمجھے جاتے ہیں۔ (صفحہ ۱۴۰)

مگر شریعت میں ایسے مردہ حقوق کے ادا کرنے کی زیادہ تاکید ہے جن کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں۔ حدیث میں ہے کہ جس حق کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا حتیٰ کہ صاحب حق بھی نہیں جانتا ایسے حقوق کا مطالبہ خود حق تعالیٰ فرمائیں گے۔

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا کوئی مددگار نہ ہو خدا اس کا سب سے زیادہ

مددگار ہے چنانچہ مظلوم کی بددعا کا رد نہ ہونا اسی پر مبنی ہے یعنی اس کی بددعا رد نہیں ہوتی مظلوم جب بددعا کرتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں لا تَضُرَّنَّکَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ میں ضرور تیری مدد کروں گا گو کچھ دیر ہی میں اس کا ظہور ہو۔

(رفع الالتباس ملحقہ حقوق الزوجین ص ۱۴۷)

بیوی کے نان نفقہ میں تنگی

بعض لوگ ضروری اخراجات کھانے پینے میں عورت پر تنگی کرتے ہیں کوئی چیز مانگی تو ڈانٹ ڈپٹ شروع ہوگئی کہ تم بہت فضول خرچ ہو اس کی ضرورت تھی اس کی کیا ضرورت ہے۔

اور اسی کے لیے اصول مقرر کرتے ہیں روز چار آنے سے زیادہ نہ دیں گے۔ (اور آج کل کے مثلاً پانچ دس روپے) چاہے کوئی مہمان آئے یا کوئی بیمار ہو جائے بات بات پر کہتے ہیں بس اس سے زیادہ نہ ملے گا۔

بھلے مانس عورت تو اہل وصول (یا ر دوست ملنے والی ہے) اہل اصول نہیں ہے۔ تم بڑے اہل ہو تو ذرا اپنی ذات کے لیے پابندی کر کے دکھلاؤ۔ اپنے واسطے تو کوئی رقم دو آنہ یا روپے کی مقرر کرو اس طرح کہ اس سے زیادہ کسی حال میں خرچ نہ کرو گے۔ خواہ بیماری ہو یا شادی ہوتی ہو یا کوئی ناگہانی آفت، مثلاً کوئی مقدمہ آپ کے اوپر ہو جائے پھر دیکھیں آپ اصول کی پابندی کہاں تک کرتے ہیں سب اصول رکھے رہ جائیں گے۔ ذرا سی دیر میں سینکڑوں روپے پر پانی پھر جائے گا۔ پھر غریب بیچاری بیوی کے ساتھ کیوں اصول بگھارتے ہو۔ (التبلیغ ص ۱۴)

دوسرے حقوق میں کوتاہی

بیوی کے بہت سے حقوق ہیں بہت سے لوگ ان حقوق کو بھی تلف کرتے ہیں اور وہ حقوق یہ ہیں وسعت کے موافق ان کو کھانے پہننے کو دینا اور دین کا راستہ سکھانا۔ بعض لوگ تو کھانے پہننے کو نہیں دیتے یا تنگی کرتے ہیں بیوی کو چھوڑ کر کسی کنجری سے تعلق ہے کسی کا بھنگن پر دل آ گیا ہے اس پر مرتے ہیں۔ نہ یہ تمیز کہ اپنی نسل خراب ہوتی ہے نہ یہ خوف کہ بدنامی ہوتی ہے۔ سب پر پردہ پڑ گیا اور ظلم پر کمر باندھ لی۔ (ارشادات حکیم الامت ص ۲۰۷ وعظ الظلم)

مردوں کا ظلم اور عورتوں کا صبر

بعض مرد اس طرح عورتوں کا حق ضائع کرتے ہیں کہ بے حمیت (بے حیا) بن کر اپنے آپ کو راحت دیتے ہیں عمدہ کھاتے عمدہ پہنتے ہیں اور بیوی بچوں کو تکلیف میں رکھتے ہیں۔

یہ بہت ہی بے غیرتی کی بات ہے کہ مرد تو خود بنا ٹھنا رہے اور بیوی کو بھنگنوں کی طرح رکھے نہ اس کے کپڑے کا خیال ہے، نہ کھانے کا۔ حالانکہ زینت و آرائش کی زیادہ مستحق عورت ہے۔ مردوں کو زینت زیبا نہیں۔

اور بعض مرد ایسی گندہ طبیعت کے ہوتے ہیں کہ فاحشہ عورتوں میں آوارہ پھرتے ہیں اور ان کے گھروں میں حور کے مانند بیویاں موجود ہوتی ہیں مگر وہ بیکار پڑی رہتی ہیں ان کی طرف رخ بھی نہیں کیا جاتا۔

اور ہندوستان کی عورتیں بڑی صابر شاکر ہیں کہ وہ سوائے رونے دھونے کے اور کچھ نہیں کرتیں۔ کسی سے اپنے مرد کا بھید نہیں کھولتیں۔ (حقوق البیت: ص ۴۳)

عورتوں کی مظلومیت، ایک مظلوم عورت کا حال

عورتوں پر بڑا ظلم ہو رہا ہے، آج ایک بی بی کا خط آیا ہے تقریباً چالیس برس ہوئے یہ مجھ سے بیعت ہوئی تھیں۔ یہ بی بی نہایت دیندار ہیں خاوند کے ستانے اور بے مروتی کی شکایتیں لکھی ہیں جس کو پڑھ کر بے حد قلق اور صدمہ ہوا۔

عورتوں کے حقوق ادا نہ کرنے میں لوگوں نے بے حد ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے اس غریب نے یہاں تک لکھا ہے کہ روتے روتے میری بینائی کمزور ہوگئی ہے۔ کبھی کبھی جی میں آتا ہے کہ کپڑے پھاڑ کر باہر نکل جاؤں۔ یا کنویں میں ڈوب مروں مگر دین کے خلاف ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتی۔ دل کو سمجھا کر رک جاتی ہوں۔ رات دن سوائے رونے کے کوئی کام نہیں۔ بڑے ظلم کی بات ہے، آخر رونے کے سوائے اور بیچاری کرے بھی کیا۔ ان بی بی کے خاوند صاحب کو تقریباً ستر برس ہوئے ان صاحب نے بڑی آرزوؤں اور تمناؤں سے ان بی بی سے نکاح کیا تھا، اس وقت رنگ و روغن اچھا ہوگا اس وقت تو سفارشیں کرتے پھرتے تھے لٹو ہو رہے تھے اب ضعیفی کا وقت ہے اب بیچاری کو منہ بھی نہیں لگاتے حتیٰ کہ نان نفقہ سے بھی محتاج کر رکھا ہے میاں عمر میں چھوٹے ہیں اور بیوی بڑی ہیں۔ اتنے زمانے تک یعنی ستر برس تک رفاقت رہی (ساتھ رہنا ہوا) اس کا ہی حق ادا کیا ہوتا کیا ٹھکانا ہے اس سنگدلی اور بے رحمی کا کسی بات کا بھی اثر نہیں۔ اگر وہ بیچاری کہتی بھی ہے کہ میرے دیرینہ خدمات کا کیا یہی ثمرہ ہے؟ تو کہتے ہیں کہ تو نے خدمات ہی کون سی کی ہیں۔ نہ معلوم خدمات کی فہرست ان کے ذہن میں کیا ہے، جس کو یہ پورا نہ کر سکیں۔

میں آج کل ایک رسالہ لکھ رہا ہوں اس میں ان ہی عاجزوں کے حقوق کے متعلق بیان کیا گیا ہے، حکومت کرنے کو تو سب کا جی چاہتا ہے محکوم پر۔ اس کا مضائقہ بھی نہیں مگر محکوم کے کچھ حقوق

بھی تو ہوتے ہیں ان کی رعایت کی بھی ضرورت ہے۔
مزاحاً فرمایا کہ اگر مجھ کو سلطنت مل جائے تو میں سب سے پہلے یہ اعلان کروں کہ جو عورتیں ستائی جاتی ہیں اور ان پر ظلم ہورہا ہو تو وہ میرے یہاں درخواست کریں، میں تحقیق کر کے فیصلہ اور ان کی راحت رسانی کا انتظام کروں گا۔ مگر خدا مجھے کو تاخن ہی کیوں دینے لگا جب پہلے ہی سے یہ نیت ہے کہ مردوں کو ماروں گا، مردو وقت ہی نہ دیں گے کو عورتیں روٹی پکا کر کھلا دیں۔

بیوی پر زیادہ سختی کرنے کا اثر

فرمایا فلاں شخص جو علم وتقویٰ کا دم بھرتے تھے اپنی بیوی پر بہت سختی کرتے تھے جس کا اثر یہ تھا کہ ان کی بیوی ان کو سور کا بچہ کہا کرتی تھی اور میرے گھر والوں پر حسن سلوک کا یہ اثر ہے کہ وہ مجھ کو پیر سمجھتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مطہرات کے ساتھ نہایت مہربانی فرماتے تھے۔
(القول الجلیل، ص ۷۶)

عورتوں پر ظلم کرنا نہایت بے رحمی اور بزدلی کی بات ہے

عورتوں کا یہ طبقہ مردوں کے ہاتھ میں ''مردہ بدست زندہ'' (یعنی مردہ زندوں کے قبضہ میں ہو) اس کا مصداق ہے، ان کو ستانے سے گویا رکعات کا ثواب ملتا ہے۔ اگر ایسی ہی بہادری اور حکومت کا جوش ہے تو کسی قدرت والے (طاقتور) آدمی پر حکومت کرے۔ جب ہم جانیں۔ مثلاً کوئی ملازم ہو اور تڑا (کھرے مزاج کا) اس کو ذرا کچھ کہیں۔ میاں صاحب کو حکومت کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔
بعض بے رحم مرد تو حد سے گزر کر عورتوں کو زدو کوب (مار پیٹ) کرتے ہیں جس کے تصور سے بھی وحشت ہوتی ہے۔ عورتوں پر اس قسم کے تشدد (سختی) کرنا نہایت کم حوصلگی اور بزدلی کی دلیل ہے جو مردکی شان کے بالکل خلاف ہے۔ جو شخص کسی کے ہاتھ میں قید ہو ہر طرح اس کے بس میں ہو اس پر سختی کرنا جواں مردی کے خلاف ہے۔ (نصرۃ النساء حقوق الزوجین، ص ۳۴۸-۳۴۸)

مظلوم عورت کی آہ! سے بچو

عورتیں بیچاری کچھ نہیں کر سکتیں اسی لیے ان کے حقوق مردہ سمجھے جاتے ہیں۔ ہاں ان کو کوسنا خوب آتا ہے جب کوئی خاوند ان کو ستاتا ہے تو ان کی زبان خوب چلتی ہے۔ خاوند کی طرف سے تو ظلم اور تشدد ہوتا ہے اب اگر وہ ماں باپ سے شکایت کرتی ہے تو وہ بھی اس کو ڈانٹے دھمکاتے ہیں اب بیچاری کے پاس بظاہر کوئی ذریعہ نہیں رہا۔ سوائے اس کے کہ وہ خدا سے فریاد کرے اور کوسا

کرے۔ اور واقعی وہ کونسا اس قدر قریب ہوتا ہے کہ فوراً قبول ہوتا ہے۔ مظلوم کی آہ حق سبحانہ وتعالیٰ بہت قبول فرماتے ہیں۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا کوئی مددگار نہ ہو خدا اس کا سب سے زیادہ مددگار ہے۔ مظلوم جب بددعاء کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لا نصرنک ولو بعد حین میں ضرور تیری مدد کروں گا۔ گو کچھ دیر ہی میں اس کا ظہور ہو۔

(حقوق الزوجین وتفصرو النساء: ص ۱۲۷،۵۳۹)

عورتوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے دنیا میں وبال

اپنے اہل وعیال کے ساتھ بہت ہی دلجوئی اور اچھے برتاؤں سے رہیں۔ اس سے ہنستا بولتا رہے اور کسی طرح کا اس پر ظلم نہ کرے اور خدا سے ڈرتا رہے۔ خدا تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ کسی وبال میں مبتلا فرمادیں۔ کوئی مقدمہ قائم کرادیں۔ کسی سخت مرض میں مبتلا کردیں۔ کسی ظالم حاکم کو اس پر مسلط کردیں اور ظلم کا وبال اکثر دنیا ہی میں پڑتا ہے۔ امم سابقہ (گزشتہ امتوں) میں تو ہاتھ کے ہاتھ کھلم کھلا وبال آجاتا تھا۔ اس امت پر حق تعالیٰ کی یہ رحمت ہے کہ کھلم کھلا سزا نہیں ہوتی اس لیے کہ اس میں رسوائی ہے۔ ہاں در پردہ (وہ ظلم ہی کی) سزا ہوتی ہے جس سے ظاہر میں اہل دنیا یہ نہیں سمجھتے کہ یہ اس کے گناہوں کی سزا ہے بلکہ اسباب ظاہرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ اس کے ظلم کی سزا ہوتی ہے۔ خصوصاً جب کہ مظلوم بددعاء بھی کردے کیونکہ مظلوم کی بددعاء بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ (ارشادات حکیم الامت وعظ الظلم: ص ۴۰۸)

آخرت کا وبال!

ناحق ستانے کا بڑا وبال ہے۔ ایک عورت نے ایک بلی کو ستایا تھا جب وہ مرگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ عورت جہنم میں ہے اور وہ بلی اس کو نوچتی ہے جب بلی کو ستانے سے وہ عورت جہنم میں گئی تو لڑکے اور بیوی تو انسان ہے۔ قیامت میں بدلہ لیں گے۔

(دعوات عبدیت: ص ۱۱۹ ار ج ۱۹)

بیوی کو یا کسی کو تکلیف پہنچانے والا دوزخ میں جائے گا

اگر قصداً کسی کو مثلاً بیوی کو ایذا پہنچائے وہ بھی برا ہے اور اگر ایذا (یعنی تکلیف پہنچانے کا)

ارادہ نہ ہو مگر ایسا کام کرے جو ایذا کا سبب ہو یہ بھی برا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عورتوں کا ذکر ہوا ایک کی بابت تو یہ ذکر ہوا کہ وہ روزہ نماز تو خوب کرتی ہے مگر اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا ھی فی النار کہ وہ جہنم میں جائے گی اور دوسری کی بابت ذکر ہوا ایک عورت نماز وغیرہ تو بہت نہیں پڑھتی مگر پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی آپ نے فرمایا کہ ھی فی الجنۃ کہ وہ جنت میں جائے گی۔ دیکھئے کسی کو تکلیف پہنچانا ایسا ہے۔ اس لیے اس کا اہتمام (کہ کسی کو ہماری ذات سے تکلیف نہ ہو) نماز روزہ سے بھی زیادہ کرنا چاہئے۔ {حسن العزیز ص ۲۳۳}

☆☆☆☆☆
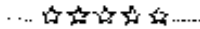
باب:۱۴

زوجین میں نا اتفاقی اور بیوی کی نافرمانی اور سرکشی کے وقت شرعی دستور العمل

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا۔ [الآیة]

ترجمہ مع تشریح: اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو قرائن سے ان کی بددماغی سرکشی کا قوی احتمال ہو تو پہلے ان کو زبانی نصیحت کرو اور نہ مانیں تو ان کو لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو یعنی ان کے پاس مت لیٹو اور اس سے نہ مانیں تو اعتدال کے ساتھ مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کردیں تو ان پر زیادتی کرنے کے لیے بہانہ اور موقع مت ڈھونڈو کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت وعظمت والے ہیں۔ ان کے حقوق اور قدرت اور علم سب سے بڑے ہیں۔ اگر تم ایسا کرو گے پھر وہ بھی تم پر اپنے حقوق کے متعلق بزاروں الزام قائم کرسکتے ہیں۔

اور اگر قرائن سے تم کو ان دونوں میاں بیوی میں ایسی کشاکشی کا اندیشہ ہو کہ اس کو وہ باہم نہ سلجھا سکیں گے تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ (فیصلہ) کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے تجویز کرکے اس کشاکش (الجھے ہوئے مسئلہ) کے رفع (ختم) کرنے کے لیے ان کے پاس بھیجو کہ وہ جا کر تحقیق حال کریں اور جو بے راہی پر ہو یا دونوں کا کچھ قصور ہو سمجھائیں۔ اگر دونوں آدمیوں کو سچے دل سے معاملہ کی اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی میں اتفاق فرمادیں گے بشرطیکہ وہ ان دونوں کی رائے پر عمل بھی کریں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں۔ جس طریقہ سے ان میں باہم (آپس) میں صلاح ہوسکتی ہے سب جانتے ہیں۔ جب حکمین (دونوں طرف کے حکم) کی نیت ٹھیک دیکھیں گے وہ طریقہ ان کے قلب میں القا فرمادیں گے۔ (بیان القرآن: ص ۱۱۵ ج ۲ نساء)

دستور العمل کا خلاصہ

☆ ...... صبر زوجہ کی حماقت وکج راہی (غلط روی اور نافرمانی پر صبر کرنا) کما فی قولہ تعالیٰ و لا تعضلوھن الخ۔

☆......اگر پھر بھی باز نہ آئے یا مرد صبر کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کو نصیحت و فہمائش کرنا یعنی سمجھانا۔

☆......پھر اس سے الگ بستر پر سونا۔

☆......واضربوھن یعنی ضرب غیر مبرح (یعنی پٹائی کرنا لیکن سخت نہیں بلکہ ہلکی)۔

☆......یہ بھی نافع نہ ہو تو دو شخص فیصلے کے لیے تجویز کرنا ایک مرد کی جانب سے ایک عورت کے جانب سے جو دونوں کے اظہار یعنی بیانات (واقعات کرکے رفع نزاع یعنی جھگڑے کو ختم کرے۔ وھذا فی قولہ تعالی والتی تخافون الخ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

ایک حدیث پاک کا مفہوم

حدیث پاک میں ہے: ''استوصوا بالنساء خیرا فانما ھن عوان عند کم'' الخ

ترجمہ: یعنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس مثل قیدی کے ہیں۔ اس سے زیادہ تم کو کچھ ان پر اختیار نہیں، لیکن اگر وہ کوئی نامناسب کام کریں تو ان کو الگ سلاؤ اگر یہ کافی نہ ہو تو ان کو مارو مگر سخت نہ مارو پھر اگر وہ مطیع ہو جائیں تو ان کو کچھ نہ کہو سن لو کہ کچھ تمہارے حقوق عورتوں پر ہے اور کچھ عورتوں کے تمہارے اوپر ہیں۔ تمہارے حقوق عورتوں پر یہ ہیں کہ تمہارے فرش (بستر) پر ایسے شخص کو نہ بٹھلادیں جس کو تم ناگوار سمجھتے ہو۔ یعنی گھر میں بلا اجازت کسی کو نہ آنے دیں اور ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ ان کو اچھی طرح کھانے پہننے کو دو۔

(حقوق الزوجین: ص ۳۹۸، التبلیغ: ص ۱۲۱، ج ۷)

سزا دینے اور سختی کرنے کے طریقے اور اس کے حدود

سزا اور تادیب کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کی اجازت ہے اور اَلضُّرُوْرِیُّ یَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الضُّرُوْرَۃِ کے قاعدے سے اتنی تادیب (سمجھا دینے) کی اجازت ہو سکتی ہے جو ترتیب و اصلاح میں معین ہو (شریعت میں ایسی سزا دینے کو تعزیز کہتے ہیں) اس کے طریقے مختلف ہیں۔

(۱) ملامت کرنا (۲) ڈانٹنا (۳) ہاتھ یا لکڑی سے مارنا (۴) کان کھینچنا (۵) سخت الفاظ کہنا (۶) محبوس کر دینا (۷) مالی سزا دینا اتنی تادیب (سزا دینے) کی اجازت ہو سکتی ہے جو ترتیب

میں متعین ہونہ کہ اتنی جو درجہ ایلام (سخت تکلیف ومصیبت) تک پہنچ جائے۔ ایسی زیادتی قطع نظر گناہ ہونے کے انسانیت اور فطرت کے بھی خلاف ہے۔ ضرب فاحش (سخت مارنے) سے فقہاء نے صراحتاً منع فرمایا ہے اور جس ضرب (مار) سے جلد پر نشان پڑ جائے اس کو بھی فقہاء نے ضرب فاحش میں داخل کیا ہے اور جس ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے وہ بدرجہ اولی ناجائز ہے۔

(اصلاح انقلاب: ص ۲۲۰ ج ۱۳ التبلیغ: ص ۲۵ ج ۵)

ظلم وزیادتی سے باز رہنے اور حد پر قائم رہنے کا طریقہ

حضرت والا سے دریافت کیا گیا کہ اپنے ماتحتوں مثلاً (بیوی) اور نوکر پر زبان سے یا ہاتھ سے سزا دینے میں زیادتی ہو جاتی ہے اور بعد میں پچھتانا پڑتا ہے کوئی ایسی تدبیر ارشاد فرمائیں جس سے زیادتی نہ ہو اور سیاست میں بھی فرق نہ آئے۔ فرمایا بہتر تدبیر یہ ہے کہ زبان سے کچھ کہنے یا ہاتھ بڑھانے سے پہلے سوچ لیا جائے کہ فلاں فلاں لفظ میں کہوں گا یا اتنا ماروں گا پھر اس کا التزام کیا جائے کہ جتنا سوچا ہے اس سے زیادہ نہ ہو جائے۔ (حسن العزیز: ص ۳۵۱)

آسان علاج یہ کہ غصہ میں نہ مارا کریں جب غصہ جاتا رہے تو سوچا کریں کہ کتنا قصور ہے اتنی سزا دینی چاہئے۔ (دعوت عبدیت: ص ۱۱۹ ج ۱۹)

اگر غلطی پر بہت زیادہ غصہ آئے

اگر کسی کو کسی پر بہت غصہ آئے تو اس کو چاہیے کہ اس کے سامنے سے ہٹ جائے یا اسے ہٹا دے اور ٹھنڈا پانی پی لے اور اگر زیادہ غصہ ہو تو یہ سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ہمارے اوپر ہیں اور ہم سے غلطی ہوتی رہتی ہے جب وہ ہمیں معاف کرتے رہتے ہیں تو ہم کو بھی چاہیے کہ اس کی غلطی سے درگزر کریں۔ ورنہ اگر حق تعالیٰ بھی ہم سے انتقام لینے لگیں تو ہمارا کیا حال ہو۔

(ملفوظات جدید ملفوظات: ص ۶)

غصہ کا علاج

جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا پہلوان کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا پہلوان وہ ہے جو کشتی لڑے۔ فرمایا نہیں، بڑا پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس پر غصہ کے وقت قابو رکھے۔ (الحدیث) غصہ میں جوش پیدا ہونا طبعی امر ہے اس میں ملامت نہیں مگر انسان کو خدا تعالیٰ نے اختیار بھی دیا ہے۔ اس کو روکنا چاہیے۔

ا۔ حضرت ابو وائل نے روایت کیا ہے کہ ہم عروۃ بن محمد کے یہاں کسی ضرورت سے گئے تھے عروہ کو کسی بات پر غصہ آ گیا۔ ابو وائل کہتے ہیں کہ انہوں نے فوراً پانی منگا کر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ میرے باپ نے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے الغضب من الشیطان وان الشیطان خلق من النار یعنی غصہ شیطان کا اثر ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہے۔ دیکھئے غصہ کے وقت حرارت ہی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں چہرہ کیسا سرخ ہوتا ہے ہاتھ پیر کانپنے لگتے ہیں، یہ سب آگ ہی کے فعل ہیں چنانچہ شیطان سے کسی نے پوچھا کہ انسان کے جسم میں تو کہاں رہتا ہے۔ کہاں انسان جس وقت خوش ہے اس کے دل میں ہوتا ہوں اور جب غصہ ہوتا ہے تو سر کے اوپر ہوتا ہوں۔ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کا جو علاج تجویز فرمایا، وہ اس کا پورا مقابل ہے یعنی یہ تعلیم فرمایا کہ غصہ کے وقت وضو کرو۔ صرف اعضاء کا دھونا کافی نہیں بتایا، اس واسطے کہ صرف نار نہیں بلکہ شیطان کا اثر ہے جو نار سے مخلوق ہے تو نار کا مقابل پانی اور شیطان کی شیطنت اور کفر کے مقابل عبادت۔ عبادت تکبیر کی ضد ہے اور شیطان کی تمام شیطنت کا خلاصہ کبر ہے۔ تو علاج کے لیے وہ فعل تجویز فرمایا جو نار کا بھی مقابل ہے اور کبر کا بھی مقابل ہے یعنی عبادت اور وہ فعل وضو ہے اور وضو عبادت ہے اور عبادت کہتے ہے تقریب الی اللہ کو جب انسان کو حق تعالیٰ سے تقریب ہوگا تو ظاہر ہے کہ شیطان سے بعد (دوری) ہوگا بلکہ شیطان خود ہاں نہ ٹھہر سکے گا اور اس کو دور بھاگنا پڑے گا۔ (غوائل الغضب)

دوسرا علاج

جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے جب کسی کو غصہ آئے تو اگر وہ کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر اس سے غصہ نہ جائے تو لیٹ جائے۔" یقین کامل ہے کہ اس سے آگے کسی تدبیر کی ضرورت نہ ہوگی۔ کیونکہ جب آدمی کھڑا ہوتا ہے تو زمین سے اس کے جسم کو بعد (دوری) ہوتا ہے اور بیٹھنے میں زمین کے قریب ہو جاتا ہے اور لیٹنے میں اس سے بھی زیادہ زمین سے مل جاتا ہے اور زمین کی طبیعت میں حق تعالیٰ نے انکسار رکھا ہے اور وہ انکسار آدمی پر اثر کر جاتا ہے اور انکسار غصہ اور تکبر کی ضد ہے۔ تو گویا یہ علاج بالضد ہوا۔ (ایضاً)

تجربہ سے دیکھا جاتا ہے کہ غصہ میں بے اختیار یہی جی چاہتا ہے کہ ایسی ہیئت بنائے کہ مارنا پکڑنا کونا آسان ہے جائے۔ مثلاً اگر لیٹے ہوئے کو غصہ آئے تو بے اختیار اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ غصہ ہو تو کھڑا ہو جاتا ہے۔ تو غصہ کا طبعی مقتضی یہ ہے کہ آدمی لیٹا ہے تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو کھڑا ہو جائے۔ تو یہ تعلیم عین فطری تعلیم ہوئی کہ غصہ میں اگر کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ اور اگر بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ۔

تیسرا علاج

دو صحابی تھے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دونوں کو غصہ آگیا اور دونوں میں سے کوئی خاموش نہ ہوتا تھا تو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر غصہ والا اس کو پڑھ لے تو ابھی (یعنی فوراً) غصہ جاتا رہے اور وہ کلمہ ''اعوذ باللہ'' ہے۔

چوتھا علاج

علماء نے غصہ کا ایک علاج یہ بتایا ہے کہ اس جگہ سے علیحدہ ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ جب دوسری جگہ چلا جائے گا تو نہ وہ شخص موجود ہوگا جس پر غصہ آیا نہ وہ اسباب موجود ہوں گے جو غصہ کا باعث (سبب) ہوئے تھے۔ غصہ خود بخود ٹھنڈا ہو جائے گا۔

پانچواں علاج

جس کا غصہ زیادہ ہو اس کا علاج یہ ہے کہ ایک کاغذ پر یہ عبارت لکھ کر ایسی جگہ لگا دے کہ اس پر ضرور نظر پڑتی رہے وہ عبارت یہ ہے۔ ''خدا تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت ہے کہ جتنی تجھ کو اس پر ہے'' غصہ جب ہی آتا ہے جب دوسری کو اپنے سے کمزور پاتا ہے اور دوسرا زبردست ہو تو غصہ نہیں آتا بلکہ اگر تیسرا ابھی کوئی زبردست (اور بڑا) موجود ہو اس کے سامنے بھی غصہ نہیں آتا۔

جب اس عبارت کو دیکھ کر قوی کا استحضار ہوگا۔ یعنی حق تعالیٰ کی عظمت ذہن میں گزرے گی بس پھر غصہ کا نام کہاں۔ (غوائل الغضب ملحقہ آداب انسانیت: ص ۱۱۲ تا ۱۲۸)

مردوں سے گزارش عورتوں کی مکمل اصلاح کی آس نہ لگاؤ

یہ امید ہرگز نہ رکھو کہ وہ بالکل تم جیسی ہو جائیں کیونکہ ان میں جو خلقی کجی (پیدائشی کج پن و بے عقلی) ہے وہ زائل نہیں ہو سکتی۔ کتے کی دم کو چاہے برسوں نلکی میں رکھو مگر جب نکالو گے ٹیڑھی ہی ہوگی۔

مرد کو اتنا سخت مزاج نہ ہونا چاہیے کہ عورت کو ذرا ذرا سی بد تمیزی پر غصہ کیا کرے۔

بیوی پر اتنا رعب نہ ہونا چاہیے کہ میاں بالکل ہی ہوا ہو جائیں کہ ادھر میاں نے گھر میں قدم رکھا اور بیوی کا دم فنا ہوا۔ ہوش و حواس بھی جاتے رہے۔ بیچاری کے منہ سے کوئی بات نکلی یا کوئی چیز مانگی اور ڈانٹ ڈپٹ شروع ہوگئی۔

اس (بے چاری نے) تمہارے واسطے اپنے ماں کو چھوڑا باپ کو چھوڑا سارے کنبہ (خاندان

والوں کو چھوڑا) اب اس کی نظر صرف تمہارے ہی اوپر ہے۔ جو کچھ ہے اس کے لیے شوہر کا دم ہے۔ اگر خاندان بھی عورت کا نہ ہوگا تو اس بے چاری کا کون ہوگا۔ بس انسانیت کی بات یہی ہے کہ ایسے وفادار کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے اور جو کچھ ان سے بدتمیزی یا بے ادبی ہو جائے اس کو ناز سمجھا جائے۔ کیوں کہ ان کی عقل کم ہے۔ تمیز نہیں ہے۔ ان کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ اس لیے گفتگو میں انداز ایسا ہو جاتا ہے جس سے مردوں کو تکلیف پہنچتی ہے مگر اس کی حقیقت ناز ہے آخر وہ تمہارے سوا کس پر ناز کرنے جائیں۔ دنیا میں ایک تم ہی ان کے خریدار ہو۔ اگر عورتوں کی جہالت و بدتمیزی سے دل دکھتا ہے، کلفت بہت ہوتی ہے تو اس کا علاج بھی تو ممکن ہے۔ اس کو دین کی کتابیں پڑھاؤ، اس سے انہیں سلیقہ اور تمیز بھی بقدر ضرورت آجاتی ہے۔ کیونکہ دین کی تعلیم سے اخلاق درست ہو جاتے ہیں۔ خدا کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے۔ شوہر کے حقوق پر اطلاع ہوتی ہے۔ اگر بیوی کی واقعی خطا بھی ہو جب بھی اسے درگزر کرنا چاہیے۔ اس کی ایذاؤں پر صبر کرنے سے درجے بلند ہوتے ہیں، مزاج میں تحمل پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تحمل سے دین کا بڑا بھاری نفع ہوتا ہے اور بہت اجر ملتا ہے۔

(حقوق البیت: ص ۳۵، ۴۰، التبلیغ: ص ۵۷ ج ۷، القول الجلیل: ص ۷۷ ملتقطا)

ایسا گر جس سے میاں بیوی میں کبھی لڑائی نہ ہو

حضرت لقمان رحمہ اللہ جو حکیم تو سب کے نزدیک ہیں اور بعض کے نزدیک پیغمبر بھی ہیں۔ ایک باغ میں نوکری کرلی تھی۔ باغ کا مالک آیا اور ان سے ککڑیاں منگائیں اور اس کو تراش کر ایک ٹکڑا ان کو دیا یہ بے تکلف بھر بھر کھاتے رہے۔ اس نے یہ دیکھ کر کہ یہ بڑے مزے سے کھا رہے ہیں یہ سمجھا کہ ککڑی نہایت لذیذ ہے ایک قاش (پھانک ٹکڑا) اپنے منہ میں رکھ لی تو وہ کڑوی زہر تھی فوراً تھوک دی اور بہت منہ بنایا۔ پھر کہا اے لقمان تم اس ککڑی کو بڑے مزے سے کھا رہے ہو یہ تو کڑوی زہر ہے۔ کہا جی ہاں کڑوی تو ہے۔ کہاں کہ پھر تم نے کیوں نہیں کہا کہ یہ کڑوی ہے؟ کہا کہ میں کیا کہتا مجھے یہ خیال ہوا کہ جس ہاتھ سے ہزاروں دفعہ مٹھائی کھائی ہے اگر اس ہاتھ سے ساری عمر میں ایک دفعہ کڑوی چیز ملی تو اس کو کیا منہ پر لاؤں۔ یہ ایسا اصول ہے کہ اگر اس کو میاں بیوی دونوں یاد رکھیں تو کبھی لڑائی جھگڑا نہ ہو اور کوئی بدمزگی نہ پیش آئے۔ بیوی یاد کرے کہ میاں نے ہزاروں طرح کے میرے ناز اٹھائے ہیں ایک دفعہ سختی کی تو کوئی بات نہیں اور خاوند خیال کرے کہ بیوی ہزاروں قسم کی میری خدمتیں کرتی ہے۔ ایک بات طبیعت کے خلاف ہی سہی حق تعالیٰ نے بھی یہ مضمون قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ جو اگلے باب کے شروع میں آرہا ہے۔ (التبلیغ: ص ۱۲۸ ج ۷)

ہندوستان کی عورتوں میں جہاں بدتمیزی وغیرہ ہے وہاں خوبیاں بھی تو ہیں۔ ان کو بھی تو دیکھنا چاہیے اور ان خوبیوں کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بیویوں پر رحم کرو اور ان سے بے پروائی اختیار نہ کرو اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ تمہاری خادم ہیں طرح طرح سے تم کو آرام پہنچاتی ہیں اور جس نے سو دفعہ آرام پہنچایا اس کے ہاتھ سے ایک دفعہ تکلیف بھی پہنچ جائے تو اس کو زبان پر نہ لانا چاہیے۔

(حقوق البیت: ص ۳۵)

ایک حکایت

ہماری پیرانی صاحبہ (حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کی اہلیہ) اخیر میں بہت معذور ہو گئی تھیں تو حضرت کی ایک خادمہ گھر کے کام کے لیے یہاں سے مکہ معظمہ پہنچ گئیں اور سارا کام اپنے ذمہ لے لیا مگر وہ خادمہ بڑی تند (سخت) مزاج تھیں۔ پیرانی صاحبہ سے لڑا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ میرے گھر میں پیرانی صاحبہ سے کہنے لگیں کہ یہ آپ سے لڑتی ہے اور آپ ان کو کچھ نہیں فرماتیں نہ گھر سے الگ کرتی ہیں تو فرمایا کہ راحت بھی بہت دیتی ہیں اور جس شخص سے راحت بہت پہنچی ہو اس کی بے عنوانیوں (زیادتیوں) پر صبر نہ کرنا بے مروتی ہے۔ اس لیے جب مجھ کو ستاتی ہے تو میں اس کی راحتوں کو یاد کر کے سب معاف کر دیتی ہوں۔ جب ایک بی بی اتنی سمجھدار تھیں تو ہم کو مردوں کو ضرور فہم سے کام لینا چاہیے اور اپنی بیویوں کی راحت رسانی پر نظر کر کے ان کی بدتمیزیوں کا تحمل کرنا چاہیے۔

(حقوق البیت: ص ۳۵)

باب:۱۵

بداخلاق و بدمزاج عورتوں کی طرف سے سفارش

بیوی سے پریشان شوہر کے لیے تسلی کا سامان

مردوں کو غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کس عمدہ پیرایہ (انداز) میں عورتوں کی سفارش کی ہے فرماتے ہیں۔

"وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا" "(عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اگر کسی وجہ سے تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت بھلائیاں رکھیں)

ظاہر ہے کہ ناپسند ہونا کسی وجہ سے ہوگا اور زیادہ تر عورتوں کی ناپسند ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے اور یہ بات مرد کے لیے تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا گویا وعدہ ہے کہ عورتوں کی بداخلاقی وغیرہ کو بھی خیر کثیر (خوب بھلائی) کا سبب بنادیں گے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ سب کچھ کر سکتے ہے مثلاً اس سے اولاد ہی ہو جائے گی جو قیامت میں اس شخص کی دستگیری کرے گی۔ کیوں کہ قیامت میں ایسا بھی ہوگا کہ کسی شخص کی گناہ اس قدر ہوں گے کہ اس کو دوزخ میں ڈال دینے کا حکم ہوگا۔ مگر اس کا کوئی بچہ نوعمری میں مرگیا ہوگا وہ کہے گا میں اس وقت تک جنت میں نہ جاؤں گا جب تک کہ میرا باپ نہ جائے گا۔ چنانچہ اس کے خاطر باپ کو جنت مل جائے گی۔ نیز عورتوں کی زبان درازی کی صورت میں خیر کثیر (بھلائی) اس طرح بھی ہوسکتی ہے کہ مرد اس کی ایذا اور سانی پر صبر کرے اور صبر کا بدلہ جنت ہی ہے اور جنت کا خیر کثیر ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ دنیا میں عورت (بیوی) سے جو تکلیف پہنچتی وہ تھوڑی تھی چند روزہ تھی اور اس کے بدلہ میں آخرت میں جو راحت حاصل ہوگی وہ یقیناً زیادہ ہوگی۔ کیونکہ وہ دائمی ہوگی تو عورتوں کا خیر کثیر ہونا صحیح ہو گیا۔ ان صورتوں میں مرد کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کے وعدہ پر نظر رکھے اور بیوی کی بداخلاقی (بدصورتی) پر نظر نہ کرے، مگر نرمی کے ساتھ اور کبھی دھمکانا بھی برا نہیں۔ مگر ستانے نہیں اور زیادہ دھمکانا بھی اچھا نہیں۔

(التبلیغ اص ۱۳۰ ارج ۹۷)

عورتوں کی بدتمیزی بداخلاقی پر صبر کے فضائل

حق تعالیٰ فرماتے ہے: ''فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنی بیویوں سے کسی (بناء پر) کراہت کرتے ہو (یعنی ان کو ناپسند سمجھتے ہو) تو یہ سمجھ لو کہ بہت قریب ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور حق تعالیٰ نے اس میں بڑی مصلحت رکھی ہو۔ شاید کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اولاد کے نہ ہونے میں تو مصلحت ہو سکتی ہے۔ مگر عورتوں کی بدتمیزی اور زبان درازی کی وجہ سے جو نفرت ہوتی ہے تو اس میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے؟ (لیکن) اس میں بھی مرد کی مصلحت ہوتی ہے ایک تو یہ کہ اس کی ایذاؤں پر صبر کرنے سے اس کے درجے بلند ہوتے ہیں۔ دوسرے اس کے مزاج میں تحمل پیدا ہو جاتا ہے اور حلم و بردباری اخلاق حمیدہ میں سے اعلیٰ (بہت اچھی صفت) ہے۔

(حقوق البیت: ص ۴۰)

حضرت مرزا جانِ جاناں کی حکایات

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمہ اللہ کی بیوی بڑی بدمزاج تھیں اور آپ ایسے نازک مزاج تھے کہ ایک دفعہ حضرت کی ایک مریدنی نے جو بڑھیاں تھیں ایک رضائی آپ کے لیے سی کر لائی اس وقت آپ لیٹ چکے تھے۔ فرمایا کہ میرے اوپر ڈال کر چلی جاؤ۔ چنانچہ اس نے آپ کے اوپر ڈال دی صبح کو جو اٹھے تو آنکھیں سرخ تھیں۔ خدام نے وجہ دریافت کی فرمایا کہ رات میں نیند نہیں آئی۔ خدام نے عرض کیا کہ کیا سردی معلوم ہوئی تھی؟ فرمایا نہیں سردی تو رضائی سے دفع ہو گئی تھی مگر رضائی میں تگندے (ڈورے) ٹیڑھے پڑے ہوئے تھے ان کی وجہ سے طبیعت کو الجھن رہی اور نیند نہ آئی۔ تو خیال کیجئے کہ رات کو اندھیرے میں منہ لپیٹے ہوئے تگندے نظر نہ آتے تھے مگر آپ کو اوڑھنے ہی سے اس کا احساس ہوا تو یہ کس قدر لطافت مزاج تھے کہ محض کپڑے کے بدن پر پڑنے سے بغیر دیکھے تگندوں کا ٹیڑھا ہونا معلوم ہو گیا۔ پھر اس سے اتنی الجھن ہوئی کہ رات بھر نیند نہ آئی اتنے تو آپ نازک مزاج تھے مگر صابر ایسے کہ بیوی نہایت بدمزاج ملی تھی۔ جو آپ کو نہایت کھری کھری سناتی تھی اور آپ اس کی سب باتیں سہتے تھے۔ کبھی طلاق کا خیال نہ کیا۔ نہ اپنی طرف سے کوئی ایذا (تکلیف) دی۔ بلکہ اس کی اس قدر خاطر داری کرتے تھے کہ صبح کو روزانہ خدام کو بھیجا کرتے کہ بیگم صاحبہ کا مزاج پوچھ کر آئے۔ خادم جاتا اور مرزا صاحب کی طرف سے مزاج پرسی کرتا اور وہ حضرت کو برملا (کھلم کھلا) برا بھلا کہتی تھیں۔ خادم یہاں آ کر عرض کرتا بس اتنا

کہہ دینا کہ حضرت وہ اچھی طرح ہیں۔
ایک کوئی آغا سرحدی خادم تھے ان کو حسب معمول بیوی صاحبہ کی مزاج پرسی کے لیے بھیجا گیا۔ یہ سرحدی پٹھان تھے ان کو غصہ آ گیا اور حضرت سے آ کر عرض کیا کہ وہ تو آپ کو بہت برا بھلا کہتی ہیں۔ پھر آپ ہی اتنی خاطر کیوں کرتے ہیں۔
فرمایا بھائی ان کی باتوں کا برانہ مانو تمہاری تو وہ بزرگ ہیں اور میں اس لیے اس کی خطر کرتا ہوں کہ وہ میری بڑی محسن ہیں مجھ میں یہ سب کمالات اسی کی بدولت یعنی ان کی بدتمیزی پر صبر کرنے کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں اللہ اکبر اتنے نازک مزاج کو بیوی کی بدتمیزیوں سے کتنی ایذاء ہوتی ہوگی مگر کمال یہ کہ پھر بھی صبر کرتے رہے۔ اہل اللہ نے تو دشمنوں کا بھی دل تنگ نہیں کیا۔ افسوس ہم سے دوستوں کی ایذاء (تکلیف) بھی برداشت نہیں کی جاتی جن میں بیوی سب سے زیادہ دوست ہے۔ اس کی ایذاء کا بھی ہم سے تحمل نہیں ہوتا۔ اگر ثواب حاصل کرنے کے لیے تحمل نہیں کرتے تو یہی سمجھ کر تحمل کرلو کہ مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہوگا۔ اس سے اس کا کفارہ ہو رہا ہے۔
(حقوق البیت: ص ۳۲)

بداخلاق و بدشکل پھوہڑ بیوی پر صبر کرنے کی تدبیر

یہی سمجھ لو کہ مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہوگا اس کا کفارہ اس طرح ہو رہا ہے جیسے لکھنؤ میں ایک مرد و عورت کی میں نے حکایت سنی ہے کہ مرد تو بہت ہی بزرگ تھے اور بیوی بہت بدمزاج تھیں۔ ایک دن انہوں نے اپنے بیوی سے کہا کہ تو بڑی کمبخت ہے کہ تجھے میرے پاس رہتے ہوئے اتنا زمانہ گزر گیا اور اب تک تیری اصلاح نہیں ہوئی تو بیوی نے کہاں میں کمبخت کیوں ہوتی مجھ سے زیادہ تو کوئی بھی سعادت مند نہ ہوگی کہ مجھے تم جیسا شریف مرد ملا۔ کمبخت تو تم ہو کہ تم کو ایسی عورت ملی۔
حکایت: اسی طرح کتابوں میں ایک مرد کی حکایت لکھی ہے کہ مرد تو نہایت حسین تھا اور عورت نہایت بدصورت اور اس کے ساتھ وہ بدمزاج بھی تھی آج کل ایسا مرد ہو تو ایک ہی دن میں طلاق دے کر الگ ہو جائے، مگر وہ اللہ کا بندہ سب باتوں پر صبر کرتا تھا۔ کسی نے اس سے کہا کہ تم اس بیوی کو طلاق کیوں نہیں دیتے؟ کہا نہیں میں طلاق کیوں کر دے دوں۔ بات یہ ہے کہ مجھ سے کوئی گناہ ہو گیا تھا خدا نے اس کی سزا میں مجھے ایسی بیوی دے دی اور اس سے کوئی نیک کام ہو گیا ہوگا، اس کے صلہ میں خدا نے اس کو مجھ جیسا حسین مرد دیا تو میں اس کا ثواب ہوں اور یہ میرا عذاب ہے پھر طلاق کی کیا وجہ؟ تو بزرگوں نے اپنے دلوں کو یوں سمجھا لیا ہے اور بھی عورتوں کی بے عنوانیوں (اور بداخلاقی و بدصورتی کی وجہ سے) ان کو اپنے سے الگ نہیں کیا اور ہمیشہ تحمل فرماتے رہے۔ تو

اگر بیوی کی واقعی خطا بھی ہو جب بھی اس سے درگزر کرنا چاہیے۔ اس تحمل سے دین کا بڑا بھاری نفع ہوتا ہے اور بہت اجر ملتا ہے۔ (حقوق البیت، ص ۴۲)

کالی کلوٹی بدصورت بیوی پر صبر کرنے کی تدبیر

اجنبیہ عورت کی طرف میلان ہونے کا جو علاج حدیث میں مشغولی بالزوجہ آیا ہے (یعنی خوبصورت) اجنبیہ عورت کی طرف طبیعت مائل ہو تو اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہو جائے اس حدیث میں یہ ٹکڑا بطور علت ارشاد ہوا ہے: ''اِنَّ الَّذِیْ مَعَهَا مِثْلُ الَّذِیْ مَعَهَا '' (یعنی جو شے اس عورت کے پاس ہے وہ اس کے پاس بھی ہے)۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس کی عجیب شرح فرمائی تھی۔ ان حضرات کے یہ علوم مدون نہ تھے فرماتے تھے کہ اشیاء متناولہ (جو چیزیں استعمال کی جاتی ہیں) ان کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ ان سے صرف دفع حاجت (یعنی حاجت پورا کرنا) مقصود ہو لذت مقصود نہیں۔ مثلاً پاخانہ کرنا۔

دوسرے وہ ہیں جن میں صرف لذت مقصود ہے مثلاً پیاس نہ ہونے کی صورت میں نہایت عمدہ خوشبودار شربت پینا جیسا کہ جنت میں ہوگا۔ یہاں صرف لذت مقصود ہے۔ تیسرے وہ جس میں دونوں سے ترکیب ہے یعنی لذت اور دفع حاجت دونوں مقصود ہیں اور اس کی پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دفع حاجت غالب ہو جیسے طعام (یعنی کھانا کھانے میں) دفع حاجت غالب ہے گو لذت بھی مقصود ہوتی ہے۔ اسی واسطے دستر خوان کا عمدہ ہونا اور برتن کا صاف ہونا بھی مطلوب ہوتا ہے۔ مگر ضروری نہیں اور دوسری صورت میں کہ لذت غالب ہو جیسے جماع کرنے میں دفع حاجت بھی یعنی دفع فضلات منویہ وغیرہ (فاسد مادہ کا اخراج) لیکن زیادہ مقصود اس میں لذت ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ گو جماع میں زیادہ تر نفس کو لذت مقصود ہوتی ہے مگر تم دوسرا مراقبہ کر لیا کرو یعنی کہ دفع حاجت مقصود ہے اور اسی میں راحت ہے اور جب مقصود دفع حاجت ہے تو اس میں اپنی اور بیگانی (دوسری) عورتیں سب برابر ہیں۔ اور زانی کو چونکہ لذت مقصود ہوتی ہے۔ اس واسطے ساری دنیا کی عورتیں بھی اگر اس کو میسر ہو جائیں اور ایک باقی رہ جائے تو اس کو یہ خیال رہے گا کہ شاید اس میں اور طرح کا مزہ ہو۔ اسی واسطے ہمیشہ پریشانی میں رہتا ہے۔ بخلاف اس شخص کے جو دفع حاجت کو زیادہ مقصود سمجھے گا وہ بہت مطمئن ہوگا اور اپنے حق پر رہے گا۔

(الکلام الحسن، ص ۱۲۰)

طلاق کے قابل عورتوں پر صبر کرنے کی تدبیر

ایک بزرگ تھے ان کو ان کی بیوی بہت ستاتی تھی۔ یہاں تک کہ لوگوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ بیوی ان کو بہت دق (پریشان) کرتی ہے۔ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ایسی بیوی کو طلاق دے دینا چاہیے۔ فرمایا طلاق تو میرے اختیار میں ہے مگر یہ بھی تو سوچو کہ اگر اس نے کسی اور سے نکاح نہ کیا تو یہ تکلیف اٹھائے گی (اس کی تو زندگی برباد ہو جائے گی) اور اگر کسی اور سے نکاح کیا تو اس مسلمان کو تکلیف پہنچے گی۔ جو اس سے نکاح کرے گا، اس سے اچھا یہ ہے کہ میں ہی تکلیف اٹھاؤں اور مسلمان کا وقایہ (حفاظت کا ذریعہ) بن جاؤں کہ جب تک میں موجود ہوں کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف کیوں پہنچے۔ (التبلیغ ص ۶۰ ج ۷)

نافرمان اور حق تلفی کرنے والی بیوی پر صبر کرنے کی تدبیر

یہ سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہمارے اوپر حقوق ہیں اور ہم سے تلفی ہوتی رہتی ہے جب وہ ہمیں معاف کرتے رہتے ہیں تو ہم کو بھی چاہیے کہ اس کی غلطی سے درگذر کریں۔ ورنہ اگر حق تعالیٰ بھی ہم سے انتقام لینے لگیں تو ہمارا کیا حال ہو۔ (ملفوظات: ص ۹)

صاحبو! سوچنے کی بات ہے ہم خدا تعالیٰ کے محکوم ہیں وہ ہماری کیا کیا اور کتنی رعایت کرتے ہیں وہ کونسی بدتمیزی ہے جو بندے خدا تعالیٰ کے ساتھ نہیں کرتے مگر دیکھئے اس کے مقابلہ میں حق تعالیٰ کا معاملہ بندوں کے ساتھ کیسا ہے کہ رزق برابر دیتے ہیں کوئی عذاب نازل نہیں فرماتے۔

اور وجہ یہی ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ سب میرے محکوم ہیں۔ میرے سوا ان کا کون ہو سکتا ہے اور جو کچھ بدتمیزیاں (نافرمانیاں) کرتے ہیں اپنی حماقت سے کرتے ہیں اس واسطے اللہ تعالیٰ بندوں کی ہر طرح رعایت فرماتے ہیں۔ یہی معاملہ ہم کو بھی اپنے محکومین کے ساتھ کرنا چاہیے۔

عورت کے اولاد نہ ہونے سے یا صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہونے سے غصہ و ناراضگی

صبر و تسلی کا مضمون

مرد کو اتنا سخت مزاج نہ ہونا چاہیے کہ عورت کی ذرا سی بدتمیزی پر غصہ کیا کرے۔ بعض دفعہ تو مرد کی سختی اور تند مزاجی کی وجوہات ایسی ہوتی ہیں جن میں عورت کے کچھ اختیار کو بھی دخل ہے اور

کبھی غیر اختیاری باتوں پر بھی غصہ کیا جاتا ہے۔ یہ تو نہایت سخت غلطی ہے۔

مثلاً بعض لوگ بیوی سے کہتے کہ کمبخت تیرے کبھی اولاد ہی نہیں ہوتی۔ تو اس میں وہ بے چاری کیا کرے۔ اولاد کا ہونا اس کے اختیار میں تھوڑی ہے۔ بعض دفعہ بادشاہوں کے اولاد نہیں ہوتے حالانکہ وہ ہر قسم کی مقوی غذائیں اور محبل (حمل والی) دوائیں بھی استعمال کرتے ہیں مگر پھر بھی خاک نہیں ہوتا۔ یہ تو محض خدا تعالیٰ کے قبضہ اور اختیارات کی بات ہے اس میں عورتوں کا کیا قصور (بلکہ اطباء سے پوچھو شاید وہ آپ کا ہی قصور بتلائیں۔)

صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہونے پر ناراضگی اور غصہ

بعض مردوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ بیوی سے اس بات پر خفا ہوتے ہیں کہ کمبخت تیرے تو لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ سو اول تو اس میں اس بیچاری کی کیا خطا ہے دوسرے یہ ناگواری کی بات بھی نہیں۔

حضرات! آپ کو خوب یاد ہوگا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جس لڑکے کو قتل کردیا تھا (جس کا قصہ قرآن پاک میں سورۂ کہف میں مذکور ہے) اس کے لیے اور اس کے والدین کے لیے مصلحت بھی تھی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑکے کے قتل ہونے کے بعد حق تعالیٰ نے اس کے والدین کو ایک لڑکی دی تھی جس کی اولاد میں انبیاء ہوئے۔ تو بتلائیے اگر آپ کو لڑکا ہوتا اور وہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ وہ لڑکا تھا جسے حضرت خضر علیہ السلام نے مار ڈالا تھا تو آپ کیا کر لیتے۔ خدا کی بڑی مصلحت ہے کہ اس نے آپ کو لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں کیونکہ عموماً لڑکیاں خاندان کو بدنام نہیں کیا کرتیں اور والدین کی اطاعت بھی خوب کیا کرتی ہیں اور لڑکے تو آج کل ایسے خودسر (آزاد) ہوتے ہیں کہ خدا کی پناہ ان کے ہونے سے تو نہ ہونا بھلا تھا۔

اور جس کو اللہ تعالیٰ کچھ بھی اولاد نہ دیں نہ لڑکی نہ لڑکا اس کے لیے یہی مصلحت ہے۔ کیونکہ وہ بندوں کی مصلحتوں کو ان سے زیادہ جانتے ہیں۔ دیکھیے آج ایک شخص بے فکری سے دین کے کام میں لگا ہوا ہے کیونکہ اس کے اولاد نہیں اب اگر اس کے اولاد ہو جائے تو کیا خبر ہے اس وقت یہ بے فکری رہے یا نہ رہے۔ اولاد کے ساتھ ہزاروں فکریں لگی ہوئی ہیں۔ آج کسی کے کان میں درد ہے۔ کسی کے پیٹ میں درد ہے۔ کوئی گر پڑا کوئی گم ہو گیا ہے اور ماں باپ پریشان ہیں تو ممکن ہے خدا نے اس کو اسی لیے اولاد نہ دی ہو کہ وہ اس کو آزاد رکھنا چاہتے ہوں۔

واقعی بچوں کے ساتھ قسم قسم کے رنج و افکار ہوتے ہیں اور جب وہ سیانے ہوئے تو اگر صالح ہوئے تو خیر اور آج کل اس کی بہت کمی ہے۔ ورنہ پھر جیسا وہ ناک میں دم کرتے ہیں معلوم ہے۔

پھر ذرا وہ جوان ہو گئے تو ان کی نکاح کی فکر ہے۔ بڑی مصیبتوں سے نکاح بھی کر دیا۔ تو اب یہ غم ہے کہ اولاد نہیں ہوتی۔ اللہ اللہ کر کے تعویذ گنڈوں اور دواؤں سے اولاد ہوئی تو بڑے میاں کی اتنی عمر ہو گئی کہ پوتے بھی جوان ہو گئے۔ اب بچہ بات بات میں ان کو بیوقوف بناتا ہے اور ان کی خدمت کرنے سے اکتاتا ہے اور بیٹے پوتے (سب ہی) منہ پر کھری کھری سناتے ہیں اور یہ بے چارے معذور ایک طرف پڑے ہیں اور ادھر ساس بہو کے جھگڑے نے بیٹے کی ماں کو تنگ کر رکھا ہے یہ اولاد کا پھل ہے تو پھر خواہ مخواہ لوگ اس کی تمنا ئیں کرتے ہیں۔

بے اولادوں یعنی (جن کے لڑکے نہ ہوں) ان کو دنیا کو دیکھ کر تسلی کر لینا چاہیے کہ جن کے اولاد ہے وہ کس مصیبت میں گرفتار ہیں۔

اور اگر اس سے بھی تسلی نہ ہو تو یہ سمجھ لے کہ جو خدا کو منظور ہے وہی میرے واسطے خیر ہے۔ نہ معلوم اولاد ہوتی تو کیسی ہوتی اور یہ بھی نہ کر سکے تو کم از کم یہ تو سمجھے کہ اولاد نہ ہونے میں بیوی کی کیا خطا ہے۔ (حقوق البیت، ص ۳۵ تا ۳۸)

اولاد ہونے کے چند مفید اور آسان عملیات

☆...... اَلْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ کا بکثرت ذکر کرنے (یعنی اٹھتے بیٹھتے پڑھنے سے صنائع عجیبہ کا ایجاد آسان ہوگا۔

اور اگر بانجھ عورت (جس کے اولاد نہ ہوتی ہو) سات روز تک روزہ رکھے اور پانی سے افطار کرے اور افطار کے بعد اکیس ۲۱ مرتبہ پڑھے تو ان شاء اللہ حمل قرار ہوئے گا۔

☆...... اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ''۔

چالیس لونگوں پر سات بار اس آیت کو پڑھے اور حیض کے غسل سے فراغت کے بعد روزانہ ایک لونگ کھائے اور لونگ رات کو کھائے اور اس پر پانی نہ پیئے اور ان دنوں میں اس کا زوج اس سے صحبت کرتا رہے۔

☆...... بانجھ عورت کے واسطے ہرن کی جھلی پر گلاب اور زعفران سے یہ آیت لکھے پھر تعویذ کو گردن میں باندھ دے (وہ آیت یہ ہے)

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا (اعمال قرآنی صفحہ ص ۷۰، ۶۹)

حفاظت حمل!

۱۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ حفاظت حمل کے لیے مفید ہے۔ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھا کرے اور اللہ سے دعا کیا کرے۔

(۲) اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ

اگر حمل گر جانے کا خوف ہو۔ یا حمل نہ ٹھہرتا ہو تو یہ آیت لکھ کر عورت کے رحم پر باندھے (اس طرح کے بے ادبی نہ ہو) ان شاء اللہ تعالیٰ حمل محفوظ رہے گا اور اگر ٹھہرتا نہ ہو تو قرار پاسکے گا۔

(اعمال قرآنی ص ۷۰)

.....☆☆☆☆☆.....

باب:۱۹

طلاق کا بیان

بغیر شدید مجبوری کے طلاق دینا ظلم وزیادتی ہے

بعض لوگ یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ طلاق دینے سے ذرا بھی نہیں رکتے معمولی بہانہ بھی ان کے طلاق دینے کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ حالانکہ بلا سبب قوی (شدید ضرورت کے بغیر) اس کی اجازت نہیں۔

حدیث پاک میں ہے۔

ابغض الحلال إلى الله الطلاق (رواہ ابوداؤد)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے زیادہ ناپسند چیز طلاق ہے اور ایک آیت میں اسی قسم کی طلاق سے منع فرمایا ہے

"فان اطعنکم فلاتبغو اعلیھن سبیلاای لاتطلبو الفراق فسربه الشافی"

پھر اگر وہ عورتیں تمہاری اطاعت کرنا شروع کردیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو یعنی جدائیگی طلب نہ کرو۔

اور ایسی بلاوجہ طلاق دینے میں اتنے ممنوعات شرعیہ (جن باتوں سے منع کیا گیا ہے ان کا) ارتکاب لازم آتا ہے۔

ا۔ حماقت سفاہت رائی ۲۔ نکاح کی نعمت کی ناشکری ۳۔ بیوی اور اس کے خاندان کو ایذاء رسانی (تکلیف پہنچانا) ۴۔ بیوی کے اولاد کو ایذا پہنچانا ۵۔ بیوی کو ذلیل اور بدنام کرنا اور اس کے علاوہ بھی کیونکہ کوئی اس عورت پر بدکاری کا شبہ کرے گا کوئی بداخلاقی کا شبہ کرے گا جس کی وجہ سے دوسری جگہ اس کا نکاح مشکل سے ہوگا۔ تو پوری عمر اس کی مصیبت ہی میں گزرے گی۔

(اصلاح انقلاب: ص ۱۹۳ ج ۲ و ترمذی وابوداؤد، احمد وغیرہ کے اصلاح انقلاب: ص ۱۳۶)

بلاضرورت شدیدہ طلاق کا مطالبہ کرنا سخت گناہ ہے

بعض عورتوں کی طرف سے یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ معمولی بات پر شوہر سے طلاق مانگتی ہیں۔ اس بارے میں احادیث میں سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو عورت بغیر کسی ضرورت شدیدہ کے اپنے شوہر سے طلاق کی درخواست کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔" (اصلاح انقلاب امت، ص۱۳۶)

دوسری عورت کے لیے بھی طلاق کی درخواست ناجائز ہے

اور جس طرح اپنے لیے طلاق مانگنا ممنوع ہے اسی طرح دوسری عورت کے لیے بھی طلاق کی درخواست کرنا ممنوع ہے۔ مثلاً کسی مرد نے اس سے نکاح کی درخواست کی جس کے نکاح میں ایک عورت (پہلے سے) ہے اور یہ اس سے یہ کہے کہ پہلی بیوی کو طلاق دے دو۔ تب نکاح کروں گی۔ حدیث پاک میں اس کی بھی ممانعت آئی ہے اور اپنی قسمت پر راضی رہنے کا حکم آیا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ اپنی بہن کے لیے طلاق کا سوال مت کر اس غرض سے کہ تو اس برتن کی چیز بھی حاصل کر لے۔ او کما قال علیہ الصلوۃ و السلام۔

حالت حیض ونفاس میں طلاق دینا گناہ ہے

طلاق دینے کے وقت اس کا خیال نہیں رہتا کہ یہ اس وقت حیض والی (یعنی مہینہ سے تو) نہیں یا اگر حائضہ ہے تو اس طہر میں اس سے ہمبستری تو نہیں ہوئی (یعنی اس پاکی میں صحبت تو نہیں کی) حالانکہ حالت حیض میں یا ایسے طہر میں جس میں ہمبستری ہوئی ہو طلاق دینا گناہ ہے اور حالت نفاس میں (یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس دن تک جب تک خون آنے کی مدت رہے اس مدت میں طلاق دینا ایسا ہے جیسے حالت حیض میں طلاق دینا۔ (شامی: ص۳۹۰ رج ۲)

ایک عام غلطی

بعض جاہل لوگ ہنسی میں یا غصہ میں بیوی کو طلاقن کہہ کر پکارتے ہیں (اے طلاق والی) اور سمجھتے ہیں کہ اس سے طلاق نہیں ہوتی حالانکہ اس سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔

(اصلاح انقلاب: ص۱۶۵ رج ۲)

غصہ اور غصہ کی طلاق

غصہ میں بے بس ہو جانا عذر نہیں ہو سکتا بلکہ (غصہ کے وقت میں بھی) انسان مکلف ہے کہ اپنے قابو میں رہے اور غصہ کا علاج کرے۔

بعض جاہل لوگ تو یہاں تک غضب کرتے ہیں کہ غصہ میں طلاق دیدیتے ہیں اور اس کو طلاق نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے غصہ میں کہہ دیا تھا۔

صاحبو! یہ مسئلہ کان کھول کر سن لیجئے کہ غصہ تو غصہ ہنسی سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ اس میں نص (حدیث) موجود ہے ثلاث جدھن جد وھزلھن جد تین چیزیں کہ ان میں ہنسی اور بے ہنسی سب کا ایک حکم ہے ان میں سے ایک طلاق بھی ہے۔ کوئی ہنسی میں بلا ارادہ اپنی بیوی سے کہہ دے کہ میں نے طلاق دی تو طلاق ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ یا دو دفعہ دی تو رجعی ہوتی ہے یعنی اس صورت کے اندر رجوع کرنا ممکن ہے جب کہ وہ مدخول بہا ہو (یعنی شوہر اس کے قریب ہو چکا ہو تو) رجوع کرنے سے نکاح بدستور رہے گا اور اگر تین دفعہ کہہ دیا تو مغلظہ طلاق ہو گئی۔ اب کوئی صورت اس کا نکاح کے لوٹنے کی نہیں رہی گھر گرستی کا خاتمہ ہو گیا یہی حکم ہنسی کا ہے اور یہی حکم غصہ کی طلاق کا ہے۔ (غوائل الغضب ص ۲۱۳)

شوہر بیوی دونوں کا قصور اور دونوں کو تنبیہ

عورتیں بھی اس حکم کو اچھی طرح سن لیں یہ بھی عام مرض ہے کہ عورتوں میں مزاج شناسی بہت کم ہوتی ہے۔ بسا اوقات مرد ناخوش ہوتا ہے اور بیویاں اس کو جواب دیئے چلی جاتی ہیں۔ بات کو دباتی نہیں بلکہ بڑھائے جاتی ہیں حتیٰ کہ اس وقت وہ غصہ میں طلاق دے بیٹھتا ہے۔ ایسے واقعات بہت ہوئے ہیں کہ (غصہ میں طلاق ہو گئی) بعد میں دونوں پچھتائے) اور صرف ان کے گھر کو نہیں بلکہ دونوں خاندانوں کو آگ لگ گئی۔

بعض عورتیں تو ایسی بیہودہ ہوتی ہیں کہ کھڑے بیٹھے مرد سے کہتی ہیں کہ طلاق دیدے بس اور کیا کرے گا۔ عورتیں اور مرد سب یاد رکھیں کہ طلاق کا لفظ ہی زبان پر نہ آنے دیں ہنسی میں ہو یا غصہ میں۔ یہ لفظ ایسا ہے جیسے بھری ہوئی بندوق کہ گھوڑے کی کیل دبا دی کہ ہنسی میں دبا دو جب بھی گولی لگ جائے اور غصہ میں دباؤ جب بھی گولی لگ جائے گی۔ غصہ میں بے قابو میں رکھیئے اور تدبیریں پہلے سے معلوم کیجئے جو اس وقت کام دیں (جن سے غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے) شریعت نے یہ تعلیمیں بیکار نہیں دیں آپ ہی کے کام کی چیزیں سکھائی ہیں۔

(غوائل الغضب ملحقہ آداب انسانیت ص ۲۱۳)

ایسی نا اتفاقی کہ نباہ کی کوئی صورت نہ ہو تو طلاق دینا ہی مصلحت ہے

بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے

بعض لوگ تو طلاق دینے کو اس قدر عیب اور عار کی بات سمجھتے ہیں کہ خواہ کیسی ہی مصلحت

ضرورت ہو اور خواہ زوجین (میاں بیوی) میں کتنی ہی نا اتفاقی ہو جس کی وجہ سے کوئی ایک (شوہر یا بیوی) یا دونوں حقوق زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہوں (کوتاہی کرتے ہوں) اور خواہ زوجہ میں کسی درجہ کی بد دینی ہو جس کی اصلاح شوہر کی قدرت سے خارج ہو گئی ہو۔

فقہاء کرام نے عورت کے موذی یا بالکلیہ تارک صلوٰۃ ہونے کی صورت میں طلاق کو مستحب قرار دیا ہے اور مرد کی طرف سے عورت کے حقوق ادا نہ ہو سکنے کی صورت میں طلاق دینے کو واجب کہا ہے۔ کمافی رد المختار (الا یہ کہ بیوی اپنے حقوق معاف کردے تو پھر واجب نہیں ورنہ واجب ہے)۔ (اصلاح انقلاب، ص ۱۵۱، ج ۲)

مگر پھر بھی خاندانی وضع (اور شرافت) کے خلاف ہونے کے خیال سے لوگ اس کو گوارہ نہیں کرتے اور عمر بھر اپنی زندگی یا بیوی کی زندگی تلخ کرتے ہیں۔ مصالح اور ضرورت کے وقت طلاق دینا مباح ہے بغیر مبغوضیت ناپسندیدگی کے کیونکہ بعض صورتوں میں جب استحباب یا وجوب ثابت ہے اور استحباب یا وجوب کا مبغوضیت (ناپسندگی کی ساتھ جمع ہونا محال ہے اور قرآن مجید میں ہے: ''لاجناح علیکم ان طلقتم النساء'' (تم پر کوئی حرج نہیں کہ عورتوں کو (بوقت ضرورت) طلاق دے دو۔)

اور حدیث رزین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا پھر ان کے عرض کرنے پر طلاق نہیں دی۔ (مشکوٰۃ)

اسی طرح صحابہ سے بکثرت منقول ہے (رد المختار) پھر علی الاطلاق اس کو مبغوض کیسے کہہ سکتے ہیں؟ بلکہ یہ مبغوضیت (طلاق دینے کی ناپسندیدگی) اس صورت میں ہے جب کہ داعی معتد بہ (قابل اعتبار مجبوری) نہ ہو۔ اس وقت بیشک مکروہ ہے۔ (شامی، اصلاح انقلاب، ص ۱۶۰، ج ۲)

طلاق کی تعداد و انتہا اور رجوع کرنے کا حکم

بعض لوگوں نے یہ مسئلہ سن لیا ہے کہ اگر ایک طلاق دے کر رجوع کرلے تو نکاح بدستور قائم رہتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی بار ایسی حرکت کرے۔ (یعنی ایک طلاق دے) ہمیشہ رجعت جائز ہے۔ سو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ مسئلہ اس طرح نہیں ہے۔

طلاق کی حد ہی تین ہے خواہ ایک بار میں یا دو بار میں یا تین بار میں اور خواہ درمیان میں رجعت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ پس اگر کسی نے ایک طلاق رجعی دے کر رجعت کرلی۔ یہ رجعت درست ہے۔ کیونکہ ایک طلاق کے بعد (یہ درست ہے کیونکہ یہ رجعت دو طلاق کے بعد ہوئی اور اس کو دو طلاق کے بعد اس لیے کہا جائے گا کہ اس دوسری طلاق کے ساتھ اس پہلی طلاق کو بھی شمار

کیا جائے گا۔ اگرچہ (پہلی طلاق سے) رجعت ہوچکی تھی۔ سو رجعت سے طلاق کا اثر جاتا رہا، مگر طلاق کی ذات موجود ہے، پھر اگر اس نے تیسری طلاق دی اب رجعت درست نہیں، کیونکہ مذکورہ تقریر کے مطابق یہ رجعت تین طلاق کے بعد ہوئی اور تین طلاق کے بعد رجعت درست نہیں۔

اسی طرح اگر ایک یا دو طلاق کے بعد رجعت نہ کی ہو اور عدت گزرنے سے وہ نکاح ختم ہو گیا ہو اور پھر دونوں نے راضی ہوکر باہم نکاح کرلیا ہو اور پھر طلاق دینے کا اتفاق ہو تو اس طلاق کے وقت پھر پہلی طلاق کو جمع کیا جائے گا۔

جب جمع ہوکر (یعنی پہلی والی کو ملاکر) مجموعہ تین ہوجائے گا پھر رجعت جائز نہ رہے گی۔

تنبیہ۔ یہ دوچار رنگ رجعت طلاق رجعی ہیں ہے۔ بائنہ میں نہیں۔

(اصلاح انقلاب، ص ۱۲۶)

ایک ساتھ تین طلاق دینا حرام ہے

ایک ساتھ تین ۳ طلاق دینے کی خرابی

طلاق کے بارے میں ایک عام کوتاہی یہ ہے کہ جب طلاق دیتے ہیں تو تین (بلکہ اس سے زائد) دیتے ہیں اس سے پہلے رکتے ہی نہیں۔ سو ایسا کرنا گناہ ہے حرام ہے۔

گناہ ہونے کے علاوہ (تین طلاق دینا) دنیوی مصلحت کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ بعض اوقات طلاق کے بعد آدمی نادم (شرمندہ) ہوتا ہے تو اگر ایک طلاق (یا دو طلاق) رجعی دی ہے تب تو رجوع کرکے اس کا تدارک (تلافی) ممکن ہے اور اگر طلاق بائنہ ہے تو گو رجعت نہیں ہوسکتی لیکن زوجہ کی رضامندی سے نکاح جدید ہوسکتا ہے۔ (عدت کے اندر بھی عدت کے بعد بھی اس میں حلالہ شرط نہیں) لیکن اگر تین طلاق دی ہیں (خواہ کوئی سی بھی ہوں) تو دونوں کے ارادہ سے بھی تدارک ممکن نہیں۔ جب تک کہ تیسرا آدمی حلالہ کرنے والا نہ ہو۔

حلالہ

پھر حلالہ کے بعد بھی اس کا تدارک مشکوک ہے (پتہ نہیں طلاق دے یا نہ دے) اور اگر حلالہ کرنے والے سے یہ شرط ٹھہرائی جائے کہ صحبت کرکے اس کو طلاق دے دینا تب تو اس فعل سے حدیث پاک میں لعنت آئی ہے حلالہ کرنے والے پر بھی اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے۔ اس کے لیے بھی فقہاء کرام نے اس کو مکروہ تحریمی کہا ہے۔ (ردالمحتار)

اور شرط لگانے کے بعد بھی طلاق دینا اس کے اختیار دینا میں ہے۔ زوجین کے اختیار سے خارج ہے سو تین طلاق دینے میں یہ خرابی ہے۔ (اصلاح انقلاب، ص ۱۶۴)

تین (۳) طلاق کے بعد بیوی اجنبیہ کی طرح ہوتی ہے

اس کے ساتھ رہنا اور اس کو رکھنا جائز نہیں

لوگ غصہ کے جوش میں مغلوب ہو کر طلاق دے گزرتے ہیں پھر شرمندگی سے بچنے کے لیے اس کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ اکثر تین طلاق ہو جانے کے باوجود اس کو پھر اپنے گھر بیوی بنا کر رکھ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ چھوڑنے میں ذلت اور بدنامی ہے۔ افسوس ہے کہ بدکاری میں ذلت و بدنامی نہیں سمجھتے حالانکہ اس میں طلاق سے زیادہ ذلت و بدنامی ہے دینا میں بھی اور آخرت کی رسوائی و سزا کا تو پوچھنا ہی کیا کہ کس قدر ہوگی پھر ان میں جو بددین اور بے باک ہیں ان کو تو حرام و حلال کی کچھ پرواہ نہیں کھلم کھلا حرام کاری کرتے ہیں اور اگر عورت بھی ایسی ہوئی تب تو خوشی سے حرام کاری کا کارخانہ قائم ہوتا ہے اور حرام کی اولاد ہوتی چلی جاتی ہے اور اگر عورت خدا سے ڈرنے والی ہوئی اور اس نے کچھ عذر کیا تو اس پر ظلم کیا جاتا ہے اور دوہرے گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے۔ زنا بھی اور ظلم بھی۔

مگر عورت پر واجب ہے کہ جس قدر ہو سکے اس سے بچے اور جب تک جان کا اندیشہ نہ ہو اس سے موافقت نہ کرے۔ (اور اس کو قابو نہ دے)

جو لوگ ذرا دین کا دعویٰ کرتے ہیں وہ کچھ تدبیریں سوچتے ہیں خواہ چلیں یا نہ چلیں مثلاً کسی جدید مجتہد سے سن لیا کہ ایک دم سے تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق ہوتی ہے جس میں رجعت یا تجدید نکاح بغیر حلالہ کے جائز ہے بس اس قول کو لے لیا اور کہتے ہیں کہ آخر وہ بھی تو عالم ہیں ان کے قول پر بھی عمل جائز ہے۔ حالانکہ اپنے مقام پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ قول بالکل صحیح نہیں اور نہ اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ (رد المختار، ص ۶۸۸، ج ۲)

یہ تو دینداروں کا حال ہے اور جہلاء جاہلانہ باتیں نکال کر اہل فتویٰ سے جھگڑا کرتے ہیں کہ صاحب طلاق دینے کی نیت تھوڑی تھی۔ حالانکہ طلاق صریح میں نیت شرط ہی نہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ صاحب ویسے یہ غصہ میں نکل گیا تھا خوشی سے نہیں کیا تھا حالانکہ طلاق کا وقوع غصہ ہی میں ہوتا ہے۔ (یعنی لوگ غصہ ہی کی وجہ سے تو طلاق دیتے ہیں خوشی میں کون دیتا ہے)۔

(اصلاح انقلاب، ص ۱۶۱، سطر ۲)

بعض شرفاء کا حال اور زبردست غلطی

ان لوگوں کا فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ خیر میاں بیوی کی طرح (یہ لوگ) نہ رہیں مگر گھر ہی میں رکھا جائے اور نان ونفقہ دیا جایا کرے تاکہ طلاق کا نام نہ ہو اور دوسرے نکاح کی حاجت نہ ہو (بعض جگہ خود عورتیں اس کی درخواست کرتی ہیں اس میں بھی ہر طرح کے مفاسد ہیں مثلاً ایک مکان میں رہنے کی صورت میں کچھ بعید نہیں کہ (ان دونوں میں) کسی وقت ایسی خلوت ہو جائے کہ ایک مکان میں ان مرد وعورت کے سوا کوئی نہ رہے تو خلوت پالاجنبیہ (یعنی) اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنے کی خرابی لازم آتی ہے جو کہ حرام ہے پھر چونکہ ان مرد وعورت میں ایک زمانہ تک بے تکلفی رہ چکی ہے اس لیے دوسری اجنبی عورتوں کے نسبت اس میں زیادہ احتمال ہے کہ یہ دونوں کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔

نیز اس طرح کرنے میں یہ خرابی بھی ہے کہ مرد کو تمام عمر کیلیے نان ونفقہ کا مقید (ذمہ دار) کیا جاتا ہے اور عورت کو نکاح کرنے سے محبوس کیا جاتا ہے (یعنی روک لگا دی جاتی ہے) اور یہ دونوں باتیں از روئے نص مذموم ہیں۔

ایک اہم فتویٰ

ماں باپ کے کہنے سے بیوی کو طلاق دینے کا حکم

اسی کلیہ سے ان فروع کا حکم بھی معلوم ہو گیا مثلاً وہ کہیں کہ اپنی بیوی کو بلا وجہ معتد بہ (یعنی بغیر کسی خاص معقول وجہ کے طلاق دیدے تو اطاعت واجب نہیں۔ ''حدیث ابن عمر یحمل علیٰ الاستحباب او علی ان امر کان عن سبب صحیح ''اور مثلاً وہ کہیں کہ اپنی تمام کمائی ہم کو دیا کرو تو اس میں بھی اطاعت واجب نہیں اور اگر وہ اس پر جبر کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور اگر وہ حاجت ضروریہ سے بلا اجازت زائد لیں گے تو وہ ان کے ذمہ دین (قرض) ہو گا۔ جس کا مطالبہ دنیا میں بھی ہو سکتا ہے۔ اگر یہاں نہ دیں گے قیامت میں دینا پڑے گا۔

(امداد الفتاویٰ، ص ۳۸۵، ج ۳ رسالہ تعدیل حقوق الوالدین)

سوال: اگر حرام سے بچنے کے لیے میں نے حسب مرضی نکاح کر لیا اور وہ عورت بھی عفایت درجہ مجھ کو پسند ہے مگر میرا والد کہتا ہے کہ تمہارا دوسرا نکاح کر دیتا ہوں تم اس عورت کو طلاق دے دو کیا طلاق دے دوں یا نہیں؟

الجواب: اگر اپنے یا اس عورت کے صبر نہ کرسکنے کا اندیشہ ہو تو طلاق نہ دیں۔

(امداد الفتاویٰ: ص ۳۶۷، ج ۲)

طلاق وعدت کے چند ضروری مسائل

(۱)... طلاق تین طرح پر ہوتی ہے۔ رجعی، بائن، مغلظہ۔

رجعی میں عدت کے اندر اگر شوہر نے رجوع کرلیا تو نکاح باقی رہے گا دوسرے سے نکاح جائز نہیں اگر عدت کے اندر رجعت نہیں کی تو نکاح جاتا رہے گا۔ عدت کے بعد اس عورت کا دوسرے شخص سے نکاح جائز ہے) اور مغلظہ میں رجوع جائز نہیں مگر عدت کے اندر دوسرے شخص سے نکاح جائز نہیں البتہ عدت جائز ہے۔

(۲)... عدت کی تفصیل یہ ہے کہ اگر بیوی شوہر کے پاس نہیں بھیجی گئی اور شوہر نے طلاق دے دی تو عدت بالکل واجب نہیں اور اگر شوہر کے پاس بھیجی گئی ہے تو اگر اس کو ابھی حیض نہیں شروع ہوا یا عمر زیادہ ہونے سے حیض بند ہوگیا اور اس کو طلاق دے دی گئی ہے تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر اس کو حیض آتا ہے تو تین حیض ہے اور اگر اس کو حمل ہے تو اس کی عدت یہ کہ بچہ پیدا ہوجائے اور اگر شوہر مرگیا ہے تو اس وقت سب کی عدت چار ماہ دس دن ہے مگر حمل والی کی عدت یہاں بھی بچہ پیدا ہونا ہے۔

غرض جس عورت کی جو عدت ہو اس کے بعد دوسرا نکاح جائز ہے جو عورت کافر مسلمان ہوجائے اور اس کا خاوند مسلمان نہ ہو تو اس کا حکم مثل طلاق کے ہے اس میں بھی عدت واجب ہے جب تک تین حیض اس وقت سے نہ آجائیں یا اگر حمل والی ہو تو جب تک بچہ نہ پیدا ہوجائے کسی شخص سے اس کا نکاح جائز نہیں اس سے اکثر لوگ احتیاط نہیں کرتے۔

(اصلاح الرسوم: ص ۹۷)

... ☆☆☆☆☆ ...

باب: ۱۷

فسخ وتفریق

فسخ نکاح کے لیے بعض صورتوں میں قاضی شرعی کی ضرورت

بہت سے مسائل میں شرعاً حاکم مسلم کا فیصلہ شرط ہے جس کو قضاء قاضی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (وہ صورتیں یہ ہیں) زوجہ عنین (یعنی نامرد شوہر کی بیوی) (۲) زوجہ مجنون (یعنی پاگل کی بیوی) (۳) زوجہ مفقود (یعنی لاپتہ شوہر کی بیوی) (۴) زوجہ حاضر متعنت (یعنی ایسے شخص کی بیوی جس کا شوہر نفقہ وحقوق زوجیت کی ادائیگی نہ کرتا ہو) زوجہ غائب غیر مفقود (یعنی ایسے غائب شخص کی بیوی جس کا پتہ معلوم ہے، لیکن نہ تو وہ بلاتا ہے نہ نفقہ دیتا ہے۔ (ان سب) کے تمام مسائل میں قضائے قاضی شرط ہے۔ یعنی عورت یا اس کے اولیا طلاق یا فسخ نکاح میں خود مختار نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کریں اور قاضی باضابطہ تحقیق شرعی (شہادت وغیرہ کے ذریعہ) کرنے کے بعد حکم کرے۔ اس کے بغیر ان مسائل میں سے کسی مسئلہ میں بھی فسخ وتفریق نہیں ہوسکتی۔

(الحیلۃ الناجزہ: ص ۳۱)

موجودہ حالت میں فسخ نکاح کے لیے دستور العمل

ہندوستان میں بحالت موجودہ چونکہ عام طور پر قاضی شرعی کا وجود نہیں اس لیے ان مسائل کے بیان کرنے سے پہلے ایسی صورتیں ذکر کی جاتی ہیں جو ہندوستان میں میسر ہوسکتی ہیں۔ (۱) ہندوستان کی جن ریاستوں میں شرعی قاضی موجود ہیں وہاں تو معاملہ سہل ہے۔ (۲) اور گورنمنٹی علاقوں میں جہاں قاضی شرعی نہیں ان میں وہ حکام جج مجسٹریٹ وغیرہ گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں۔ اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قاعدہ کے موافق فیصلہ کریں تو ان کا حکم بھی قضا قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔ لما فی الدر المختار و یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل و الجائر ولو کافرا! لیکن اگر کسی جگہ فیصلہ کنندہ حاکم غیر مسلم ہو تو اس کا فیصلہ بالکل غیر معتبر ہے اس کے حاکم سے فسخ وغیرہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لان الکافر لیس باھل للقضاء علی المسلم حتی کہ اگر روداد مقدمہ غیر مسلم مرتب کرے اور مسلمان حاکم فیصلہ کرے یا بالعکس تب بھی فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ (الحیلۃ الناجزہ: ص ۴۳)

اور اگر فیصلہ کسی جماعت کے سپرد کیا جائے جیسا کہ بعض مرتبہ ججوں کی جوری کے سپرد ہو جاتا ہے یا پنچ میں پیش ہوتا ہے۔ یا چند اشخاص کی کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں ان سب ارکان کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ کوئی غیر مسلم جج اور مجسٹریٹ اور ممبر بھی اس کا رکن ہو تو شرعاً اس جماعت کا فیصلہ معتبر نہیں۔ ایسے فیصلہ سے تفریق وغیرہ ہرگز صحیح نہ ہوگی۔

(الحیلۃ الناجزہ، ص ۳۵)

قاضی کا تقرر اور اس کی تدبیر

بہت سے مسائل میں شرعاً حاکم مسلم کا فیصلہ شرط ہے۔ جس کو قضاء قاضی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر کتاب القضاء میں اس قاضی کے شرائط میں سے اسلام کو کہا ہے گو اس کا تقرر غیر مسلم حکام کی طرف سے ہو۔ درمختار اور ردالمحتار میں اس عموم کی تصریح موجود ہے۔ جیسے مفقود یعنی بے نشان (لاپتہ) شخص کی زوجہ کے نکاح اول فسخ کرنے میں یا خیار بلوغ کی بناء پر فسخ کرنے میں اور بھی بہت سے مسائل ہیں۔

سو اگر حکام سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ ہر ضلع یا ہر تحصیل میں علماء اسلام کے مشورہ انتخاب سے ایک عالم متدین و مستقیظ (دیندار و ہوشیار) بنام قاضی محض ایسے مقدمات کی سماعت کے لیے مقرر کر دیں اور اس کی تنخواہ مسلمانوں سے اپنے طور پر وصول کر لی جائے۔

اگر یہ صورت ہو جائے تو مسلمانوں کو ایسے معاملات میں بہت آسانی ہو جائے ورنہ بڑی تنگی پیش آتی ہے۔ مثال کے طور پر احقر نے زن مفقود (لاپتہ شخص کی بیوی کے بارے میں) ایک جگہ فتویٰ لکھا کہ بعد انقضاء میعاد مقرر عند الامام مالک رحمہ اللہ (یعنی امام مالک رحمہ اللہ کی مقرر کردہ مدت پوری ہو جانے کے بعد) حکام سے یہ درخواست کرو کہ وہ خاص اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار کسی عالم کو دے دیں اور وہ عالم یہ کہہ دے کہ میری رائے میں وہ مفقود مر گیا ہے پھر اس کہنے کے بعد وہ عورت عدت وفات پوری کر کے نکاح ثانی کر لے چنانچہ ان لوگوں نے اطلاع دی کہ ہم نے ضلع کے حاکم سے کہا تھا انہوں نے جواب دیا کہ ہم مذہبی معاملات میں دخل نہیں دیتے تو دیکھئے کیسی تنگی پیش آئی۔

اور بعض مواقع میں ظاہراً تو تنگی ہوتی ہے مثلاً خیار بلوغ میں ایک حاکم غیر مسلم نے نکاح اول کے فسخ ہونے کا حکم دے کر نکاح ثانی کی اجازت دے دی تو ظاہراً کارروائی ہوگئی مگر شرعاً یہ کارروائی معتبر نہیں ہوئی یعنی اس سے نکاح اول فسخ نہیں ہوا اور نکاح ثانی صحیح نہیں ہوا تو تمام عمر

ناجائز ہمبستری کا گناہ زوجین کو رہا۔ اس لیے اس کی کوشش تو بہت زیادہ ضروری ہے۔ حلال وحرام کا قصہ ہے جو بہت نازک ہے اور اس کی ضرورت تمام قوم کے لیے عام ہے اس لیے اس کا اہتمام بہت زیادہ موجب ثواب ہوگا اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اہل قلم اس کی مصلحتوں (ضرورتوں) کو ظاہر کریں اور پھر درخواست لکھ کر اس پر کثرت سے دستخط کرا کر پیش کریں اور حکومت سے منظور کرائیں۔ امید ہے کہ گورنمنٹ ضرور اس پر توجہ کرے گی۔

(بوادر النوادر: ص ۳۵۴ ج ۱)

آج کل فسخ نکاح کی صورت اور اس کا طریقہ

آج کل اس کی صورت یہ ہے کہ اگر ایسا واقعہ پیش آئے تو کسی مسلمان حاکم کے یہاں جس کو یہ اختیارات حاصل ہوں نالش کردو۔ اگرچہ وہ کافر کا مقرر کیا ہوا ہو۔

اگر اس کو ایسے اختیارات نہیں دیے گئے تو حاکم بالا سے رجوع کرو کہ اس کو اختیار دے دیں۔ خواہ اسی ایک مقدمہ کے واسطے پھر اگر وہ فسخ نکاح کردے گا تو فسخ ہو جائے گا اور ریاستوں میں قاضی کا فسخ کردینا کافی ہے۔

غرض حاکم کے فسخ کرنے سے نکاح فسخ ہوگا محض باپ کے کہہ دینے سے کہ میں راضی نہیں ہوں کچھ نہ ہوگا۔ (عضل الجاہلیہ ملحقہ حقوق الزوجین: ص ۳۸۰)

سوال۔ جن مسائل میں قاضی کی ضرورت ہے ان میں انگریزی عدالت کا حکم وفیصلہ وہی حکم رکھتا ہے یا نہیں؟

الجواب۔ اگر صاحب اجلاس مسلم ہو وہ شرعاً قاضی ہے۔

(امداد الفتاویٰ: ص ۴۳۲ ج ۳)

☆☆☆☆☆

فصل نمبر......۱

شرعی قاضی نہ ہونے کی صورت میں دستور العمل

شرعی پنچایت اور اس کا طریقہ کار

اور جس جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ لے جانے کا قانونا اختیار نہ ہو۔ مسلمان حاکم قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو اس صورت میں۔ حتی الوسع لازم ہے کہ خلع وغیرہ (یعنی مال دے کر طلاق حاصل کرنے) کی کوشش کرے، لیکن اگر خاوند کسی طرح نہ مانے یا مجنون اور لاپتہ ہونے کی وجہ سے اس سے خلع وغیرہ ممکن نہ ہو تو مجبوراً مذہب مالکیہ کے مطابق دیندار مسلمان کی پنچایت میں معاملہ پیش کرنے کی گنجائش ہے۔ کیونکہ مالکیہ مذہب میں قاضی وغیرہ نہ ہونے کی حالت میں یہ صورت بھی جائز ہے کہ محلّے کے دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت جن کا عدد کم از کم تین ہو پنچایت کرے اور واقعہ کی تحقیق کر کے شریعت کے موافق حکم کر دے۔ تو یہ بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

اور ضرورت شدیدہ اور ابتلائے عام کے وقت حنفیہ کے نزدیک دوسرے ائمہ کے مذہب کو اختیار کر کے اس پر فتویٰ دینا بھی جائز ہے لیکن عوام کو خود اپنی رائے سے جس مسئلہ میں چاہیں ایسا کر لینے کی اجازت نہیں۔ جب تک کہ محقق متدین علماء کرام میں سے متعدد حضرات کسی مسئلہ میں ضرورت کا تحقیق تسلیم کر کے دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ نہ دے دیں اور ضرورت وہی معتبر ہے جس کو علماء اہل بصیرت ضرورت سمجھیں۔ (الحیلۃ الناجزہ)

ضروری تنبیہات

شرعی پنچایت کے ارکان اور ضروری اوصاف

تنبیہ اول: فتاویٰ مالکیہ میں جماعت المسلمین العدول کے الفاظ ہیں اور عدل سے مراد وہ شخص ہے جو فاسق نہ ہو یعنی تمام گناہوں سے مجتنب ہو اور صغائر پر بھی مصر (اصرار کرنے والا) نہ ہو اور اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہو تو فوراً توبہ کر لیتا ہو۔

لہٰذا وہ شخص جو سود یا رشوت وغیرہ لیتا ہو یا ڈاڑھی منڈواتا ہو یا جھوٹ بولتا ہو یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو وہ اس جماعت کا رکن نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مسئلہ مالکیہ سے لیا گیا ہے۔ اس واسطے اس کی

سب شرطیں مذہب مالکیہ سے لینا لازم ہے اور ان کے نزدیک قاضی وغیرہ کے لیے عادل ہونا شرط ہے اس لیے غیر عادل کا حکم نافذ نہ ہوگا۔

اور حنفیہ کے نزدیک گو قاضی کا عادل ہونا شرط کے درجہ میں نہیں لیکن غیر عادل سے فیصلہ کرانا حرام ہے۔ اس لیے ان کے نزدیک بھی غیر عادل کو اس پنچایت کا رکن بنایا جائز نہیں۔ غرض پنچایت کا دیندار ہونا ضروری ہے۔ (الحیلۃ الناجزہ)

عوام کی شرعی پنچایت کا اعتبار نہیں

تنبیہ: اگر فیصلہ پنچایت کے سپرد کیا جائے تو چونکہ عوام کی پنچایت کا کچھ اعتبار نہیں نہ معلوم کہاں کہاں قواعد شرعیہ کے خلاف کر بیٹھیں۔ اس لیے اولاً تو یہ چاہیے کہ پنچایت کے سب ارکان اہل علم ہوں اور اگر میسر نہ ہوں تو کم از کم ایک عالم معاملہ شناس کو پنچایت میں اس طرح شریک کرلیں کہ اول سے آخر تک جو کچھ بھی کریں ان سے پوچھ کر کریں۔ اگر عالم میسر نہ ہوں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر اس پنچایت کا فیصلہ نافذ و معتبر ہونے کی کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ معاملہ کی مکمل روداد لکھا کر ہر ہر جزئی کے حکم کو معاملہ فہم علماء محققین سے دریافت کر کے ان کے فتویٰ کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ عوام نے محض اپنی رائے سے حکم کر دیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا۔ اگرچہ اتفاقاً حکم صحیح بھی ہوگیا ہو جیسا کہ فقہاء مالکیہ نے اس کی تصریح فرمائی۔

(شرح الدردیر:ص ۱۳۸۶ الحیلۃ الناجزہ)

اگر با اثر اور دیندار ارکان میسر نہ ہوں

اور اگر بدقسمتی سے کسی جگہ کے با اثر لوگ دیندار نہ ہوں تو یہ تدبیر کرلی جائے کہ وہ با اثر اشخاص چند دینداروں کو اختیار دے دیں تاکہ شرعاً فیصلہ کی نسبت دیندار جماعت کی طرف ہو اور با اثر اشخاص کی شرکت کو ضروری نہیں، مگر ان کے اثر سے کام میں سہولت ہوتی ہے۔ اس طرح کام بھی بن جائے گا اور ان با اثر اشخاص کو ثواب بھی ملے گا۔ (الحیلۃ الناجزہ)

شرعی پنچایت کے فیصلہ کا حکم

تنبیہ سو: یہ شرعی پنچایت جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اگر کسی معاملہ میں متفق ہو کر تفریق کردے۔ تو اس کا حکم قاضی کے قائم مقام ہوگا اور تفریق وغیرہ صحیح ہو جائے گی اور اگر پھر خدا نخواستہ کسی واقعہ کے متعلق پنچایت کے ارکان میں اختلاف رہا تو تفریق وغیرہ نہ ہو سکے گی اور اگر

بعض نے فیصلہ کر دیا تو کالعدم متصور ہوگا۔ (یعنی اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے)

جماعت المسلمین کا صرف وہ فیصلہ معتبر ہوگا جو باتفاق ہو۔ کثرت رائے کا اعتبار نہ ہو گا۔ کیونکہ اس (کثرت رائے) کے معتبر ہونے کی دلیل نہیں اور بغیر دلیل کے کوئی حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔ (الحیلۃ الناجزہ)

شرعی پنچایت کے فیصلہ پر عورت کو حق اعتراض

البتہ عورت کو نظر ثانی کی درخواست کا حق ہوگا۔ پھر نظر ثانی میں اس پنچایت کے ارکان کو اگر کوئی وجہ قوی عورت کے مطالبے کی مؤید ظاہر ہو (یعنی ارکان کے نزدیک عورت کے مطالبہ کی قوی وجہ سمجھ میں آتی ہو) اور ارکان پنچایت اب تفریق پر متفق ہو کر تفریق کر دیں تو یہ تفریق نافذ ہو جائے گی اور اگر مقدمہ کی روداد بالکل وہی ہے۔ کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی تو تفریق نہ کی جائے۔

(الحیلۃ الناجزہ، ص ۵۳)

متعنت شخص کی بیوی کا حکم

متعنت اس شخص کو کہتے ہیں جو قدرت ہونے کے باوجود بیوی کے حقوق نان ونفقہ وغیرہ ادا نہ کرے، اس کا حکم بھی ضرورت شدیدہ کے وقت مظلومہ مستورات کی رہائی کے لیے مالکیہ مذہب سے لیا گیا ہے۔ زوجہ متعنت (ایسے شخص کی بیوی کو) اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرے لیکن اگر کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ ان کے نزدیک زوجہ متعنت کو تفریق کا حق مل سکتا ہے۔

اور تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین (شرعی پنچایت) کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جائے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو (جماعت مسلمین) طلاق واقع کر دے اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی ضرورت نہیں۔

اور عدت کے اندر اندر (شوہر کے) تعنت سے باز آ جانے کی صورت میں عورت کو اس کے پاس رہنا پڑے گا۔ خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ رجعت میں عورت کی رضامندی ضروری

نہیں، مگر احتیاطاً تجدید نکاح ہو جائے تو بہتر ہے اور اگر عدت بھی گزر چکے تو اب اس کا کوئی اختیار بر زوجہ پر نہیں رہتا۔ البتہ راضی طرفین (دونوں کی رضا مندی سے) دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ (حلالہ کی ضرورت نہیں)۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص۸۴)

مرد کے نفقہ سے عاجز ہونے کی وجہ سے تفریق کا مطالبہ درست نہیں

بعض عورتوں کی طرف سے ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ جہاں ذرا نفقہ کی تنگی ہوئی انہوں نے تفریق کی درخواست شروع کی۔ سو سمجھ لینا چاہیے کہ سخت تنگی کی حالت میں گو بعض ائمہ کے نزدیک قاضی کو تفریق کرنا جائز ہے لیکن اولاً تو یہاں شرعی قاضی نہیں اور بغیر شرعی قاضی کے کسی کے نزدیک بھی تفریق صحیح نہیں۔

دوسرے ہمارے مذہب حنفی میں خود قاضی کے ہوتے ہوئے بھی اس وجہ سے (یعنی مرد کے نفقہ سے عاجز ہونے کی وجہ سے) تفریق جائز نہیں۔ بلکہ قاضی عورت کو حکم دے گا کہ قرض لے کر خرچ کرتی رہے اور وہ قرض شوہر کے ذمہ ہوگا۔ (اصلاح انقلاب: ص۳ ۱۷ ج ۲)

زوجہ غائب جو اپنی بیوی کو نہ بلاتا ہو نہ نفقہ دیتا ہو اس کا حکم

سوال: جو شخص غائب ہو جائے اور اس کا پتہ معلوم ہے لیکن نہ وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے۔ نہ اس کے خرچ وغیرہ کا انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔ اس وجہ سے عورت اور پریشان ہے تو کیا اس عورت کے لیے کوئی سبیل ہے کہ اس غائب کی زوجیت سے اپنے آپ کو الگ کرے اور جائز طور پر دوسری جگہ نکاح کر سکے۔

الجواب: اس عورت کی رہائی کی صورت یہ ہے کہ خاوند کو خلع پر راضی کیا جائے اور اگر وہ راضی نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق صورت ذیل اختیار کر کے رہائی حاصل کرے۔

وہ صورت یہ ہے کہ اولاً قاضی کے پاس (یا اس کے قائم مقام) کے پاس مقدمہ پیش کرے گواہوں سے اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے۔ پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھ کو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اس نے میرے لیے نفقہ بھیجا۔ نہ یہاں کوئی انتظام کیا اور نہ میں نے نفقہ معاف کیا۔ غرض نفقہ کا وجوب بھی اس کے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی (ثابت کرے) کہ وہ اس واجب میں کوتاہی کر رہا ہے اور ان سب باتوں پر حلف بھی کرے۔ اس کے بعد اگر کوئی عزیز قریب یا اجنبی شخص اس کے نفقہ کی کفالت کرے تو خیر (ٹھیک ہے) ورنہ قاضی اس شخص کے

پاس حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو۔ یا اس کو بلالو۔ یا وہیں سے کوئی انتظام کرو، ورنہ اس کو طلاق دے دو اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی پھر ہم تم دونوں میں تفریق کریں گے۔ اس پر بھی اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینہ کے مزید انتظار کا حکم دے۔ اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت رفع نہ ہوئی تو اس عورت کو اس غائب کی زوجیت سے الگ کر دے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ تفریق کے لیے عورت کی طرف سے مطالبہ ہونا شرط ہے۔ پس اگر اس غائب کا جواب آنے کے بعد عورت مطالبہ ترک کر دے تو پھر تفریق نہ کی جائے گی۔

(الحیلۃ الناجزہ، ص ۸۳)

ضروری تنبیہ: قاضی (یا جماعت مسلمین) جو اس غائب کے پاس حکم بھیجے تو بذریعہ ڈاک وغیرہ بھیجنا کافی نہیں۔ بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ حکم نامہ دو ثقہ آدمیوں کو سنا کر ان کے حوالے کر دے کہ اس کو غائب کے پاس لے جاؤ۔ یہ دونوں شخص غائب کو حکم نامہ پہنچا کر اس سے جواب طلب کریں اور جو کچھ جواب تحریری یا زبانی نفی یا اثبات میں دے اس کو خوب محفوظ رکھیں۔ (بلکہ زبانی جواب کو بھی احتیاطاً لکھ لیں) تا کہ واپس آ کر اس پر شہادت دے سکیں اور اگر وہ کچھ جواب نہ دے تو اسی کی شہادت دے دیں۔

الغرض قاضی (جماعت مسلمین) جو حکم کرے ان دونوں کی شہادت پر کرے (البتہ) اگر غائب شخص کسی دور دراز ملک میں ایسی جگہ پر ہو جہاں پوری جد و جہد اور امکانی کوشش کے باوجود بھی آدمی بھیجنے کا کوئی انتظام ممکن نہ ہو تو مذکورۃ الصدر مجبوری کے وقت اس کی گنجائش ہے کہ بغیر آدمی بھیجے ہوئے حاکم یا قائم مقام حاکم واقعہ کی تحقیق حسب قاعدہ مذکورہ کرنے کے بعد تفریق کا حکم کر دے۔ (الحیلۃ الناجزہ، ص ۸۴)

مفقود (لاپتہ شوہر) وغیرہ جملہ صورتوں کے لیے اصل کتاب ''الحیلۃ الناجزہ'' ملاحظہ فرمائیں

اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر